ایک بے لگام گستاخ

بعد از وفات انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا اور روضہ اقدس پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کا سننا ثواب وعذاب قبراور روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق یہ ایسے عقائدونظریات ہیں کہ جن پر اب تک اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق رہا ہے چودہ سوسال میں کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا۔مگر افسوس کہ مماتی ٹولہ اس ناقابل تردید حقیقت' واضح عقیدہ' اجماعی مسلک' صریح نظریہ کا منکر ہے باوجود اس کے خود کو اہل السنۃ اور علماء دیوبند سے منسلک اور وابستہ ظاہر کرتا ہے اور دیوبندی ہونے کا دعویدار بھی ہے حالانکہ اس کا اہل السنۃ والجماعۃ اور دیوبند سے کوئی تعلق ،رشتہ نہیں۔اہل السنۃ والجماعۃ اس معتزلانہ عقائد سے مبرہ اور پاک ہیں۔دیوبند اس ملحدانہ عقائد سے کوسوں دورو بعید ہیں۔مماتی ٹولے نے نہ یہ کہ اس اجماعی نظریات وعقائد کا انکار کیا بلکہ شب وروز ایک کر کے ان معتزلانہ عقائد کو پھیلانے لگے۔

مزید برآں کچھ عرصہ سے کھل کر انکار سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف تحریراًوتقریراً کیا جارہا ہے۔اسی شرذمہ قلیلہ کا ایک امیر مرکزی' بدنام زمانہ' گستاخ رسولؐ۔گستاخِ صحابہؓ۔گستاخ ائمہؒ۔گستاخ فقہاءؒ ومحدثینؒ۔عیاش وطرار'لعنتی' بدکردار' باطل و باغی' بے حیا و بے بصیرت' شرارتی و بکواسی' زنیم وخبیث' احمق' شقی القلب' بدبخت و بدنصیب اذالم تستحیی فاصنع ماشئت کا مصداق کامل' احمد سعید ملتانی (چترو ڑگڑھی) بھی ہے جس کی تحریر وتقریر سے علماء امت میں سے کسی کی بھی عزت محفوظ نہ رہی۔۔۔اب حال میں اس بدبخت و بدکردار نے ایک کتاب بنام؛؛قرآن مقدس اور بخاری محدث؛؛(جو کہ ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ہے)لکھی ہے اس میں دجال و کذاب نے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی ذات' ان کے روات

اور خود کتابِ بخاری پر جو بکواسات، گالیاں اور غلاظات کی بوچھاڑ کی ہے۔ نمونہ از خروارے کے طور پر اس کی ایک جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں۔

۱... امام بخاری کو نہ قرآن کی بصیرت تھی اور نہ رسول اللہ کی سیرت پر عبور تھا۔ (قرآن مقدس بخاری محدث ص ۱۸) ۲... بخاری ضعیف فی الحدیث اور متعصب ہے۔ (ص ۱)

۳... بخاری قرآن مقدس کے خلاف ہے۔ (ص ۳) ۴... امام بخاری نے بخاری شریف میں یہود ونصاریٰ کے مذہب کی ترجمانی کی۔ (ص ۲۰) ۵... امام بخاری مشرک تھا۔ (ص ۲۰) ۶... امام بخاری نے صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹ گھڑ لئے۔ (ص ۳۹) ۷... امام بخاری قرآن کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے۔ (ص ۴۹) ۸... کیا امام بخاری امیر المحدثین ہے؟ (ص ۵۰) ۹... امام بخاری کا نظریہ کفریہ تھا۔ (ص ۵۲) ۱۰... امام بخاری نے گپ مار کر سراسر جھوٹی روایت نقل کی۔ (ص ۵۲) ۱۱... امام بخاری کو مغالطہ نشے کی وجہ ے ہوا۔ (ص ۵۳) ۱۲... امام بخاری نے اپنی کتاب میں خرافات درج کی۔ (ص ۵۲) ۱۳... امام بخاری وعید (عذاب) سے نہیں بچ سکے گا۔ (ص ۵۲) ۱۴... امام بخاری اخباری ہے قرآن کو مقدم نہیں سمجھتا۔ (ص ۵۴) ۱۵... امام بخاری نے صحابہؓ کرام کو بدنام کیا۔ (ص ۵۴) ۱۶... امام بخاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ (ص ۵۸) ۱۷... امام بخاری، ان کے استاد امام زہری کا مذہب روافض کا متفقہ شیطانی مذہب ہے۔ (ص ۶۷) ۱۸... امام بخاری کا استاد ابو حازم راوی بے حیا ہے۔ (ص ۶۹) ۱۹... امام بخاری کا استاد جناب زہری شیعوں میں شیعہ اور سنیوں میں اہل سنت تھا۔ (ص ۷۹) ۲۰... امام بخاری کا باب باندھنا صاف جھوٹ ہے۔ (ص ۹۴) ۲۱... امام بخاری خائن تھا۔ (ص ۹۶، ۹۷) ۲۲... بخاری شریف کو صحیح ماننے والے قرآن کے منکر اور اجھل ہیں۔ (ص ۸) ۲۳... بخاری شریف کے راوی لعنتی اور مارِ آستین ہیں۔ (ص ۱۰) ۲۴... بخاری

شریف کی حدیث حنفیوں کے نجس عقیدہ کے مطابق ہے۔(ص ۱۱) ۲۵...امام بخاری اور امام زہری نے مل کر آپؐ سے کئی بار کفر پر مرنے کی تیاری کروائی۔(ص۱۴) ۲۶... امام بخاری کا استاد امام زہری بکواسی آدمی تھا۔(ص ۱۴) ۲۷... بخاری شریف کے رواۃ روایت کے پجاری اور اخباری تھے۔(ص ۲۸) ۲۸...بخاری شریف کے راوی بے دین ہیں۔(ص ۵۵) ۲۹... بخاری شریف کے راوی لعنتی، کینہ ور اور بدکردار ہیں۔(ص ۵۹) ۳۰...بخاری شریف کے راوی منافق، لعنتی اور تخریب کار ہیں۔(ص ۱۱۴)

قارئین !اس نازک وقت میں انتہائی خطرناک، دجل وفریب، تحقیق کے نام تلبیس اور خبث باطن سے بھری ہوئی کتاب کو لکھنے کا مقصد بدنصیب، احمق، شقی، بدکردار خود لکھتا ہے۔امام بخاری نے صریحاً قرآن کی نص قطعی کے خلاف مردہ کے جنازہ پر بولنے اور مردہ کے سننے کی جھوٹی روایت پیش کی ہے اور وہ سوء اتفاق سے ہمارے خلافِ مذہب ہے اور حنفی کرم فرماؤں کے نجس عقیدے کے مطابق ہے۔(ص۱۱) اور پھر اپنے اس باطل اور مردود عقیدے کا اظہار یوں کرتا ہے۔

یہ عقیدہ رکھا کہ انبیاء کرامؑ یا خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر پڑھنے والے کا درود وسلام سنتے ہیں خواہ دور سے یا عند القبر ۔تو ایسا عقیدہ رکھنے والے نے شرک فی السمع کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن حکیم کی نصوص قطعیہ کا انکار کیا ہے لہٰذا ایسا شخص کافر ومشرک (ص ۱۱۸)

آپ اندازہ کریں اس طرح تو پوری امت محمدیہؐ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کافر ومشرک بن گئی حالانکہ حیات انبیاء کرام کا عقیدہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔اللہ جملہ ایمان والوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الذی ھوحی فی قبرہ (ﷺ)

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے ایک مطالبہ

از:۔ مولانا نور محمد تونسوی صاحب (جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ ضلع رحیم یار خان)

ماہنامہ نغمۂ توحید گجرات بابت ماہ رجب ۱۴۲۸ھ میں جناب شہاب الدین خالدی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا عقیدہ اور نظریہ یوں تحریر کیا گیا ہے: جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی تحقیق یہ ہے کہ

نمبر ا.....انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی ارواح اپنے اپنے درجہ کے لحاظ سے جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال. آرام وراحت میں فرحاں اور شاداں ہیں۔

نمبر ۲.....اوران کے اجسام اپنی قبروں میں ہیں۔

نمبر ۳.....انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ تو بالکل محفوظ اور تروتازہ ہیں۔

نمبر ۴.....اوران کے علاوہ حضرات کے اجسام قرآن کی تصریح کے مطابق مٹی ہوجاتے ہیں۔

نمبر ۵.....چونکہ دیکھنا، سننا، بولنا وغیرہ روح کا کام ہے جو قبر میں نہیں ہے اس لئے صاحبِ قبر نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی بول کر جواب دیتا ہے۔

نمبر ۶.....موت کے بعد کسی کی بھی روح لوٹ کر دنیا والی قبر میں مدفون جسم میں نہیں آتی اور نہ ہی اس قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔

نمبر ۷.....عذاب وثواب روح کو عالم برزخ میں وہاں والے جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔

نمبر ۸.....اگر کسی مصلحت کی بنا پر کسی مردہ کو اسی قبر میں عذاب دے تو یہ اس کی قدرت ہے لیکن قانون وضابطہ نہیں (نغمۂ توحید ص ۲۳) نغمۂ توحید میں مزید لکھا گیا ہے۔

نمبر ۹.....ایک دفعہ موت سے روح نکلنے کے بعد قیامت سے پہلے دنیا والے جسم میں نہیں آتی۔

نمبر ۱۰.....اور نہ ہی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت ہے۔

نمبر۱۱.....نہ ہی اس دنیاوالی قبر میں فرشتے سوال کرتے ہیں۔
نمبر۱۲.....اور نہ ہی اس قبر میں مردہ جسم کو ثواب وعذاب ہوتا ہے۔
نمبر۱۳.....اور نہ ہی قبر میں مدفون جسم قبر سے باہر والی کسی چیز کو دیکھتا ہے اور نہ قبر سے باہر کی آواز سنتا ہے۔(نغمۂ توحید ص ۲۵)

قارئین کرام: مندرجہ بالا تحقیق درحقیقت اشاعت التوحید کے عقائد میں داخل ہے چنانچہ اشاعت التوحید والوں نے ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مدیر اعلیٰ مخدوم زادہ حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی دامت برکاتہم کی طرف جماعت کے پیڈ پر ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنے اس قسم کے نظریات درج کیے ہیں اور انہیں عقائد کا نام دیا ہے حتیٰ کہ سب سے پہلی سطر پر یہ جملہ درج ہے؛ اِن عقائد کو پیر طریقت ولی کامل سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب کی تصدیق سے منظرِ عام پر لایا جارہا ہے۔ پھر اس خط کے آخر میں لکھا ہے۔ تمام عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور ساتھ ہی ضیاء اللہ شاہ کے دستخط ہیں اشاعت کا یہ عقائد نامہ ماہنامہ نصرۃ العلوم ستمبر ۲۰۰۷ء ص ۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تو معلوم ہوا کہ یہ نظریات اشاعت التوحید والسنۃ کے عقائد ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ عقائد قرآن مجید کی نصِ قطعی یا پھر حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں لھذا تمام اہل اشاعت کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے مذکورہ بالا عقائد کو قرآنِ مجید کی نصِ قطعی یا پھر حدیثِ متواتر سے یوں ثابت فرمائیں کہ اپنے عقیدے کی ایک جز تحریر کر کے اس کے آگے قرآن وحدیث لکھیں جس میں اس جز کی ترجمانی کی گئی ہو پھر دوسری پھر تیسری ۔(الخ)

بندہ نے سہولت کے لئے آپ کے ہر عقیدہ کی جزئیات کو نمبر لگا دیئے ہیں لھذا ہر نمبر کا ترتیب وار کتاب وسنت سے ثبوت پیش فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی

اگر شہاب الدین خالدی جیسا کوئی اشاعتی کہتا ہے کہ یہ ہمارے عقائد نہیں ہیں لھذا ہم سے نصِ قطعی اور حدیثِ متواترہ کا مطالبہ نہ کیا جائے تو گذارش ہے کہ یہ تحقیق آپ کی لکھی ہوئی ہے اور آپ کے جماعتی ماہنامہ نغمۂ توحید میں چھپی ہے اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ بتائیں یہ عقائد نہیں تو اور کیا ہیں اور کہاں سے ثابت ہیں۔

ازالہ اوہام:

نمبر ۱.....قرآن کی آیت اللہ یتوفی الانفس (الآیہ) کو عقیدہ حیاتِ قبر سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بوقت موت اور بوقت خواب انسان کامل یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے موت والے کو عالمِ قبر وبرزخ سے دنیا کی طرف واپس نہیں بھیجتا الا بخرق عادت اور نیند والے کو دنیا میں واپس بھیج دیتا ہے لھذا اس آیت سے عقیدہ حیاتِ قبر کی نفی نہ ہوتی ہے اور نہ کرنی چاہیئے ۔کیونکہ حیاتِ قبر وبرزخ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اگر تحکما اس آیت سے حیاتِ قبر کی نفی کرنے کی کوشش کی گئی تو قضیٰ علیھا الموت کا مصداق بھی روح ٹھیرے گی جب روح پر موت کا فیصلہ ہوجائے گا تو حیاتِ برزخ نیست ونابود ہوجائے گی لھذا خیال رکھنا، اپنے موقف کا نقصان نہ کرنا۔

نمبر ۲.....الحیات بعد الوفات قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیاتِ بینات سے ثابت ہے جس کا آپ بھی انکار نہیں کرتے البتہ علماء اہل السنۃ دیوبند اسے حیاتِ قبر وبرزخ کہتے ہیں اور آپ اسے حیاتِ برزخیہ کہتے ہیں بہر حال آپ الحیات بعد الوفات کے قائل ہیں لھذا قرآنِ مجید کی کسی آیت مثلاً انک میت یا اموات غیر احیاء وغیرہ سے الحیات بعد الوفات کی نفی نہ کریں ورنہ انہی آیات سے آپ کی حیات برزخیہ کی بھی نفی ہوجائے گی۔

نمبر ۳.....دو موتوں اور دو زندگیوں کا قصہ نہ چھیڑیں کیونکہ یہ قصہ آپ کیلئے نقصان دہ

ثابت ہوگا کیونکہ اگر آپ ان سے حیاتِ قبر کی نفی کریں گے تو آپ کی حیاتِ برزخیہ کا بھی ستیاناس ہو جائیگا کیونکہ وہ بھی تو تیسری زندگی ہے لھٰذا آپ کی خیر اسی میں ہے کہ یہ قصہ نہ چھیڑیں۔

نمبر۴.....جن آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ مردے قیامت کے دن جی اٹھے گے اس سے بھی قبر کی زندگی کی نفی پر آپ کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ کوئی پوچھنے والا آپ سے پوچھ سکتا ہے کہ اگر مردے قیامت کے دن جی اٹھیں گے تو قبل از وقت برزخ میں کیسے جی رہے ہیں۔

نمبر۵.....اپنے عقیدہ کے تمام اجزاء کو ثابت کرنے کیلئے جو آیاتِ قرآنیہ بھی پیش فرمائیں وہ تمہارے مدعا پر قطعی الدلالت بھی ہوں۔

نمبر۶.....اطلاقِ میت سے حیاتِ قبر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ میت کا اطلاق انسان کامل یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے پس اگر اطلاقِ میت کے باوجود روح عالم برزخ میں زندہ رہ سکتی ہے تو جسد بہ تعلقِ روح عالمِ قبر اور برزخ میں کیوں زندہ نہیں رہ سکتا۔

نمبر۷.....بندہ عاجز نے آپ کی اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابیں تقریباً تقریباً دیکھ لی ہیں آپ کے عقیدہ کے جمیع اجزاء کے دلائل کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں لھٰذا ہمارے مطالبات کو کسی کتاب کے حوالے نہ فرمائیں بلکہ اپنے عقیدہ کی ایک ایک جز کو بالترتیب آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ ﷺ متواترہ سے ثابت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

غیر مقلدین کے ایک گشتی فتوے کا مدلل جواب

(حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ)

امین ملت۔رہبر شریعت رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے ایک جگہ اڈے کی مسجد میں نماز پڑھی تو میں نے دیکھا کہ امام غیر مقلد ہے اس کے پیچھے دو غیر مقلد مقتدی ہیں اور مسجد ویران سی لگ رہی ہے۔جب میں دوسرے سال وہاں گیا تو اس مسجد میں بھی گیا اب دیکھا تو اس امام کے پیچھے دس بارہ مقتدی ہیں اور سارے غیر مقلد۔میں نے اپنے میزبان کو کہا کہ یہ مولوی صاحب بڑے محنتی ہیں انہوں نے ایک سال میں اتنے لوگوں کو غیر مقلد بنالیا ہے اس نے جواب دیا حضرت اس میں محنت کی کوئی بات نہیں یہ سب تین طلاقوں والے ہیں۔دراصل غیر مقلدین نے ایک گشتی فتویٰ تیار کر رکھا ہے اور اہل حدیث مذہب کا فارم بھی جب ان کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں اور اب وہ دوبارہ بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے تو وہ اپنا فتویٰ اور فارم لیکر اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں کہ یہ فارم پر کر دے ہم آپ کا مسئلہ حل کرتے ہیں اس سے مذہب اہل حدیث کا فارم پر کرایا اور فتویٰ اس کے ہاتھ میں تھما دیا جس میں لکھا ہے آپ نے ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس لئے آپ رجوع کر کے بیوی کو لا سکتے ہیں۔غیر مقلدین نے اپنے اس فتوے کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے خوب استعمال کیا ہے ذیل میں اس کا جواب ملاحظہ کریں۔ایک صاحب نے جب یہ مدلل جواب پڑھا تو اس نے غیر مقلدین کے فتویٰ پر عجیب تبصرہ کیا وہ کہنے لگا مولانا..اس جواب پڑھنے کے بعد یوں لگتا ہے کہ غیر مقلدین کا فتویٰ ،فتویٰ نہیں بلکہ بدکاری اور زنا کاری کا سستا لائسنس ہے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو واقع ہو جاتی ہیں خواہ اکٹھی دے یا متفرق۔

اور تین طلاقیں واقع ہونیکی وجہ سے عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے اس کا حکم وہی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (اگر خاوند نے اپنی بیوی کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس شوہر کیلئے تب حلال ہوگی جب وہ دوسرے خاوند سے (عدت کے بعد نکاح کرے)۔ اور حدیث میں ہے کہ دوسرا خاوند اس عورت کے ساتھ ملاپ بھی کرے (پھر وہ طلاق دے اور یہ عدت بھی پوری ہو جائے) اسی کا نام حلالہ ہے اس کے بغیر اگر عورت اپنے پہلے خاوند کے پاس بحیثیت زوجہ آباد ہوگی تو زناءِ محض ہوگا اور اولاد ولد الزنا ہوگی۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں خیر القرون میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ تین ہی رہی ہیں ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں اور سعودی عرب کے موجودہ قانون میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔

البتہ غیر مقلدین نے نیا فتویٰ جاری کیا ہوا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین نہیں بلکہ ایک ہوتی ہے۔ اس لئے خاوند تین طلاقوں کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔ اپنے اس فتویٰ کی بنیاد پر وہ بہت سے لوگوں کو زنا کاری میں مبتلا کر چکے ہیں اور گھر آباد کرنے کے نام پر برباد کر چکے ہیں اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے چھ مغالطے ہیں ذیل میں ان کے جوابات اور ان کے خلاف چند دلائل ملاحظہ کیجیے۔

جواب مغالطہ نمبر 1 .....طلاق کا اصل شرعی طریقہ یہ ہے کہ خاوند ایسے طہر میں جسمیں بیوی کے ساتھ ملاپ نہ کیا ہو ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیوی کو اکٹھی دو یا تین طلاقیں دے دے تو انکا کیا حکم ہے؟

علما اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ آدمی خلاف شرع طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

لیکن اس کے باوجود تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی جیسا کہ بخاری ابواب الطلاق میں ہے
کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ یہ غیر شرعی طلاق
تھی اس کے باوجود اس سے طلاق واقع ہوگئی حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ کو
رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اور رجوع وقوعِ طلاق کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح
(بخاری ص ۷۹۰ ج ۲) میں باب قائم کیا ہے باب اذا طلقت الحائض یعتد بذٰلک الطلاق
(جب حیض والی عورت کو طلاق دی جائے تو اس طلاق کا اعتبار کیا جائے گا) غیر مقلدین کو
چاہیے کہ وہ اپنی رائے پیش کرنے کی بجائے قرآن وحدیث سے صریح دلیل پیش کریں کہ
اگر غیر شرعی طریقے سے آدمی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین نے
ایسی کوئی صریح دلیل اب تک نہ پیش کی ہے نہ کر سکتے ہیں یہ محض انکی رائے اور قیاس ہے
حالانکہ ان کے نزدیک دین میں رائے شامل کرنا بے دینی ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام
ہے۔ البتہ ہم نے غیر شرعی طریقہ سے وقوعِ طلاق کی بخاری سے دلیل پیش کردی ہے پھر
امام، بخاری تو دو یا تین اکٹھی طلاقوں کو غیر شرعی مانتے ہی نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ تین
اکٹھی طلاقیں دینا جائز ہے اسمیں نہ گناہ ہے نہ یہ خلاف شریعت ہے چنانچہ امام بخاری نے
صحیح بخاری (ص ۷۹۱ ج ۲) پر باب قائم کیا ہے باب من اجاز الطلاق الثلٰث (ان لوگوں
کے مذہب کا بیان جنہوں نے اکٹھی تین طلاقوں کو جائز قرار دیا ہے) اس باب میں امام
بخاری نے قرآن کی ایک آیت اور تین مرفوع حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس کی
تین طلاقیں جائز ہیں اس کے ناجائز وغیر شرعی ہونے پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کی۔ یہ ایک
الگ بات ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں شرعی ہیں یا غیر شرعی۔

تاہم اتنی بات صحیح بخاری سے بلاشبہ ثابت ہوجاتی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو
جاتی ہیں۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ حنفیوں پر غصہ نکالنے کی بجائے ائمہ اربعہؒ، امام بخاریؒ
اور سعودی حکومت سمیت سب پر نکالیں کیونکہ ان سب کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں

تین ہیں بلکہ امام بخاریؒ پر تو ڈبل غصہ نکالیں کہ حنفی ایسے آدمی کو گناہ گار مانتے ہیں اور اس کو غیر شرعی طریقہ قرار دیتے ہیں مگر امام بخاریؒ تو اس آدمی کو گناہ گار بھی نہیں مانتے اور اس کو غیر شرعی طریقہ بھی نہیں جانتے: پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کر ایک طلاق واقع کرنا شرعی طریقہ ہے یا غیر شرعی؟ اگر شرعی طریقہ ہے تو قرآن وحدیث سے اس بات کا ثبوت پیش کریں کہ یہ بھی شرعی طریقہ ہے یعنی اللہ ورسول اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہے اور اگر غیر شرعی طریقہ ہے تو غیر مقلدین کے موقف کے مطابق ایک طلاق بھی نہ ہونی چاہیے اور نہ حالت حیض میں دیگئی طلاق واقع ہونی چاہیے کہ وہ بھی غیر شرعی طریقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر شرعی طریقہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ بیوی کو یہ کہنا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے اسکو قرآن نے جھوٹ اور بری بات کہا ہے (منکراً من القول وزورًا) اس کے باوجود اس کلمہ سے ظہار ہو جاتا ہے۔ روزہ کی حالت میں غیبت کرنا جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے اس کے باوجود روزہ ہو جاتا ہے۔ محرم کو حکم ہے کہ حالت احرام میں بیوی کے ساتھ بے حجابی والی باتیں نہ کرے نہ گالیاں دے نہ جھگڑا کرے (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال) تاہم اگر کوئی شخص حالت احرام میں ان امور کا مرتکب ہو جائے تو وہ گناہگار ہے مگر حج ہو جاتا ہے اسی طرح تین طلاقیں ایک مجلس میں دینا گناہ ہے۔ مگر تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔

جواب مغالطہ نمبر۲..... غیر مقلدین الطلاق مرتان سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک مجلس کی اکٹھی دو طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ اسی آیت سے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص ۷۹۱ ج ۲ پر ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اور جائز بھی ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں طلاقوں کی اور ان سے رجوع کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دھمکی لگائی کہ میں تجھے

طلاق دوں گا پھر عدت ختم ہونے سے کچھ پہلے رجوع کرلوں گا۔ پھر دوبارہ طلاق دوں گا اور عدت کے اخیر میں رجوع کرلوں گا۔ ساری زندگی تیسرے ساتھ یہی معاملہ رکھوں گا نہ تو بیوی ہوگی نہ مجھ سے آزاد ہوسکے گی۔ اس عورت نے اپنی پریشانی حضرت عائشہؓ کے سامنے ذکر کی اور حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رجعی طلاق یعنی جس طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ صرف دو ہیں پس شان نزول کے عتبار سے اس کا معنی و مطلب یہی ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ان دو طلاقوں میں یہ پابندی نہیں کہ وہ علیحدہ علیحدہ دی جائیں بلکہ وہ دو طلاقیں اکٹھی دینا بھی جائز ہے۔ اور جدا جدا دینا بھی جائز ہے اور جیسے دو طلاقیں اکٹھی جائز ہیں اسی طرح تین طلاقیں اکٹھی بھی جائز ہیں۔ اب غیر مقلدین کی مرضی کہ وہ اپنی رائے پر چل کر امام بخاریؒ اور صحیح بخاری کو رد کریں یا اپنی رائے کو چھوڑ دیں اور صحیح بخاری کی بات مان لیں۔

اگر اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں یعنی پہلے ایک طلاق ہو پھر دوسری طلاق ہو تو ایسا ایک مجلس میں بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں پہلے ایک طلاق دے پھر اسی مجلس میں دوسری طلاق دے تو بھی ایک مجلس میں یہ طلاقیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح تین بھی ایک مجلس میں ہوں تو وہ بھی واقع ہو جائیں گی۔ اس مفہوم کے مطابق بھی امام بخاریؒ کا دعویٰ اور صحیح بخاری کا مسئلہ اس آیت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ غیر مقلدین اپنے نظریہ کے مطابق اس مسئلہ میں صحیح بخاری کو غلط مان لیں اور لوگوں کو بتا دیں کہ صحیح بخاری میں غلط مسئلے اور غلط دلائل بھی ہیں۔ جہاں تک ہماری بات ہے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ غیر شرعی طریقہ سے طلاق دینے والا گناہ گار ہوتا ہے مگر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے حالت حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ (جاری ہے)

محافل میلاد اور ان کا حکم

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی حفظہ اللہ

حضرت انسان پر عموماً اور امت محمدیہ پر علیٰ صاحبھا الف الف تحیۃ خصوصاً خدائے لم یزل کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم المرتبت، یگانہ روزگار پیغمبر مبعوث فرمایا۔ اتنی بڑی نعمت پر ہر مسلمان کا شاداں وفرحاں ہونا ایک فطری امر ہے لیکن چونکہ ہم مسلمان ہیں تو ہماری یہ خوشی بھی شریعت کے تابع ہونا ضروری ہے۔ باقی مذاہب والے خوشی بھی من پسند طریقے سے مناتے ہیں اور غمی بھی۔ خطرہ تھا کہ ان کو دیکھ کر مسلمان بھی ان کے راہ پر نہ چل نکلیں اس لیے شریعت مطہرہ نے جابجا خوشی وغم منانے کے بعد قیود آداب کو ذکر کیا۔ کچھ لوگ ہوں گے جو ان قیود وآداب کی رعایت نہ کریں گے اور کچھ کرنے والے ہوں گے کرنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ نجات پانے والے ہوں گے اسی جماعت کو اہل السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه واصحابی (ترمذی شریف) میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور یہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ وہ کونسا فرقہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوگا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ملت اسلام کے اندر رہتے ہوئے لوگ مختلف قسم کی اعتقادی اور عملی گمراہیوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان اعتقادی گمراہیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گے اگرچہ اسلام کی وجہ سے بالآخر جہنم سے

نکال لیے جائیں گے البتہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے عقیدوں پر ہی رہیں گے وہ جنت میں جائیں گے الا یہ کہ ان کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کیلئے کچھ عرصہ جہنم میں جانا پڑے غرض برے اعمال کی وجہ سے تو ہر کسی مسلمان کو جہنم میں بھیجا جا سکتا ہے لیکن جو لوگ بظاہر اچھے عمل کرتے رہے نمازیں پڑھتے رہے روزے رکھتے رہے اور خدمت خلق کرتے رہے لیکن عقیدے کی گمراہی میں مبتلا رہے تو اس کی وجہ سے ان کو جہنم میں جلنا پڑے گا۔ وہ فرقہ جو صحیح عقیدوں پر ہو وہ اہل السنۃ والجماعۃ کہلاتا ہے اور دوسرے بدعتی اور گمراہ فرقے کہلاتے ہیں جس فرقے کے عقیدے صحیح ہوں وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ اہل السنۃ والجماعۃ نہیں بلکہ اہل بدعت ہے خواہ وہ بذات خود یہ دعویٰ کرتا ہو تو اہل السنۃ والجماعۃ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا مطلب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے طریقے پر چلنے والا۔ بہت سی احادیث میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کی اتباع کی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کے خلاف کو شذوذ اور موجب دخول نار فرمایا گیا ہے۔ جو تحقیق کتاب وسنت، جمہور صحابہ کرام نیز فقہ حنفی کے موافق ہوگی وہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہوگا اور دیوبندیت کا بھی وہی مسلک ہوگا اور جو ان کے خلاف ہوگی وہ اہل السنۃ کے خلاف ہوگی اور دیوبندیت کے بھی۔ مگر کتاب وسنت سے مسائل سے استنباط کرنے کا معیار اور اصول علماء دیوبند کے نزدیک اپنے فہم پر اعتماد کرنا نہیں ہے بلکہ سلف صالحین اور اکابر علماء متقدمین کے فہم پر اعتماد کرنا ہے۔

قرآن وسنت کی موافقت کا معیار اور اصول:

اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک اور بنیادی اصول وہی ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں بیان فرمایا ہے کہ دین کے بارے میں

جماعت صحابہؓ پر پورا اعتماد کیا جائے اور ان کے مقابلہ میں اپنے علم وفہم کو ناقص اور نارساء سمجھتے ہوئے ان کے اجماعی مسلک اور اجماعی فیصلوں کی پوری پوری تقلید کی جائے جمہور کا مسلک یہی رہا ہے اور یہی صحیح مسلک ہے جس کو حدیث میں ما انا علیہ واصحابی سے تعبیر فرمایا گیا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اہل السنۃ کے اسی مسلک کی واضح ترجمانی فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں!

ولئن قلتم لم انزل الله اية كذا ولم قال كذا لقد قرئوا منه ماقرأ تم علموا من تاويله ما جهلتم وقالوا بعد ذالك كله بكتاب وقدر ۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: اگر تم کہو کہ اللہ نے یہ آیت کیوں اتاری یا یہ کیوں فرمایا تو صحابہؓ نے جو تم نے پڑھا ہے وہ پڑھا ہوا تھا اور اس کی تاویل کر جانتے تھے جس سے تم جاہل ہو اور انہوں نے اس کے بعد ہی کتاب وقدر کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے فرمایا ہے اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کے مطلب اور معنی سمجھنے اور ان کے مفہوم ومراد متعین کرنا میں حضرات سلف صالحین پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر قرآن وسنت کے صحیح معنی اور مراد کو صرف اپنے فہم وعلم کی بنیاد پر سمجھنا درست نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں۔

سعادت آثار آنچہ بر ما وشما لازم است تصحیح عقائد بتقاضائے کتاب وسنت بر نہجیکہ علماء اہل حق شکر اللہ سعیہم از کتاب وسنت آں عقائد را فہمیدہ اند واز انجا اخذ کردہ' چہ فہمیدن ما وشما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام ایں بزرگواراں نباشد زیرا کہ ہر

مبتدع وضال، احکام باطلہ خود را از کتاب وسنت فہمید واز انجا اخذ می نماید والحال انہ لا یغنی من الحق شیئاً۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ سوم ص ۳۳ مکتوب نمبر ۱۵۷)

حضرت مجدد صاحب تمام کمالات کے جامع ہونے اور علم وعمل میں بلند شان رکھنے کے باوجود صاف طور پر فرمارہے ہیں کہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا اگر علماء حق کے سمجھنے کا مطابق نہ ہو تو وہ اعتبار واعتماد کے ہرگز لائق نہیں تو آج اس زمانہ میں اور کسی کا مقام ہے جس کی سمجھ بزرگان سلف کی سمجھ سے زیادہ قابل اعتماد ہو سکے۔ دوسری بات حضرت مجدد صاحب کی عبارت سے یہ واضح ہو رہی ہے کہ کسی شخص یا فرقہ کا کتاب و سنت سے استدلال کرنا ضروری نہیں کہ وہ قابل اعتماد بھی ہو اور صرف قرآن وسنت کا نعرہ اس کے حق پر ہونے کی ضمانت نہیں دیتا۔ چونکہ ہر بدعتی اور گمراہ فرقہ اپنے باطل عقائد ونظریات کو بزعم خود کتاب وسنت سے ہی سمجھتا اور وہاں ہی سے حاصل کرتا ہے اس لئے سلف صالحین کی تفسیر وتشریح کے خلاف قرآن وسنت سے استدلال ضرور مغالطہ پر مبنی ہوگا اور گمراہ باطل فرقوں کی پیروی ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا اتباع نہیں چاہتے اور جن کو ان کے علم وفہم سے زیادہ اپنے علم وفہم پر اعتماد ہے وہ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کا اتباع کرتے ہیں اور کتاب وسبت کے نام لے کر دوسروں کو بھی اسی کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں درحقیقت یہ کتاب و سنت کے نام پر اپنی رائے اور اپنی سمجھ کی اتباع کی طرف دعوت دیتے ہیں نہ کہ قرآن و سنت کی طرف۔

چند اصولی قاعدے:

اگر چند اصولی قاعدوں کو ملحوظ رکھا جائے تو نہایت آسانی کے ساتھ مروجہ بدعات کا شرعی حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

قاعدہ اول:

قال اللہ تعالیٰ ولاتسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم۔ اس آیت کے۔ف۔ (فائدہ) کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ بتوں کو برا کہنا بھی فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب ذریعہ بن جاوے امر حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منھی عنہ اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن ص ۱۱۹، ج ۱)

قاعدہ دوم:

ہر چند کہ اوپر یا دوسری آیات میں جو مضامین اثبات توحید و رسالت و ابطال شرک و کفر مذکور ہیں بعض اوقات ان پر بھی کفار گستاخی بجناب باری جل شانہ و تکذیب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کہا کرتے تھے چنانچہ مقامات متعددہ میں وہ منقول ہیں لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا۔ وجہ فرق یہ ہے کہ ان مضامین کا ظاہر کرنا واجب اور مطلوب عندالشرع تھا۔ ایسے امر پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہو جاویں تو اس امر کو ترک نہ کیا جاوے گا یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا اور دشنام بت مباح تھا واجب عندالشرح نہ تھا ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہوں گے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا یہی فرق ہے دونوں امر میں۔ یہ دونوں فقہی قاعدے علم عظیم ہے۔ بے شمار فروع کا حکم اور فیصلہ اس سے معلوم ہوتا ہے روح المعانی میں ابوالمنصور سے یہی فرق ایک سوال کے جواب میں جو ان سے پوچھا گیا تھا نقل کیا ہے اور ابن سیرین سے بھی اس

کی تائید نقل کی ہے۔ (بیان القرآن ج ا ص ۱۹)

قاعدہ اول و دوم کا حاصل یہ ہوا کہ عمل مباح اسی طرح مستحبات اور سنت زائدہ میں اگر مفاسد منضم ہو جائیں تو خود نفس عمل کا ترک کرنا واجب ہوگا اور جس امر واجب یا مطلوب عندالشرع میں مفاسد مل جائیں اس کو ترک نہ کیا جائے گا بلکہ ان مفاسد کی اصلاح کی جائے گی یہی دو فرق ہے جن کو ملحوظ نہ رکھنے سے بعض بدعات کی ترویج کی جا رہی ہے اور شاید علماء کی یہ غلط فہمی اس کا سبب ہو کہ انہوں نے امر مطلوب عندالشرع اور غیر مطلوب عندالشرع میں انضمام مفاسد کے حکم میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

قاعدہ سوم:

قوله تعالیٰ یاایھاالذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا ۔

''اے ایمان والو تم لفظ ''راعنا'' مت کہا کرو''

اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق مباح نہیں رہتا۔ جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کیلئے بھی منع ہو جائے گا۔ (بیان القرآن ص ۵۷ ج ۱) ''درمختار اور اس کی شرح'' ''ردالمختار'' میں سجدۃ الشکر کے تحت یہی قاعدہ لکھا ہے۔ درمختار میں ہے وسجدۃ الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلوٰۃ لان الجھلة یعتقدونها سنة اوواجبة وکل مباح یودی الیه فمکروه وفی الشرح وحاصله ان مالیس لها سبب لاتکره مالم یود فعلها الی اعتقاد الجھلة سنیتها کالتی یفعلها بعض الناس بعد الصلوۃ (الشامیه ۱۳۱۷ ـ ۱)

حضرات اکابر علماء دیوبند رحمھم اللہ نے ان قواعد مستنبطہ من القرآن والاحادیث اور قواعد مسلمہ فقہاء احناف کی رو سے ہمارے زمانے کی مروجہ رسومات میں کلام فرمایا ہے اور قواعد مسلمہ سے ان سب رسومات مثل مولد شریف، فاتحہ مروجہ، اور تیجا دسواں وغیرہ میں دنوں کا مقرر کرنے اور دوسری تخصیصات کو بدعت قرار دیا ہے کیونکہ ان تخصیصات کی وجہ سے ان کا ضروری ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا جا رہا ہے اگرچہ خود کرنے والے کا عقیدہ صحیح بھی ہو مگر ہمارے بے علم لوگوں کا عقیدہ غلط ہوگا۔

قاعدہ فقہیہ:

اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس طرح ضرر لازم سے بچنا ضروری ہے ضرر متعدی سے بچنا بھی ضروری ہے یعنی جس طرح اپنے عقیدے کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح عوام کے عقائد کی بھی حفاظت ضروری ہے۔

علامہ شامیؒ تعیین سورت کی کراہت کی بحث میں لکھتے ہیں کہ جہاں شریعت کی تبدیلی یا جاہل کے وہم میں پڑنے کا خطرہ ہو وہاں مکروہ ہوگا۔

فرماتے ہیں۔

واقول حاصل معنی کلام ہذا الشیخین۔ بیان وجہ الکراہۃ فی المداومۃ وھوانہ ان رای ذالک حقا یکرہ من حیث تغیر المشر وع الا یکرہ من حیث ایھام الجاہل۔ (شامی ص ۵۰۸ ج ۱)

اس لئے عوام کو تغییر مشروع کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے اور خواص کو ایھام جاہل کی وجہ سے۔ کرنے والے کا صحیح العقیدہ ہونا ان رسومات کے جواز کیلئے کافی نہیں ہے اگر ایہام جاہل اور عوام کے عقیدہ کے فساد کا اندیشہ غالب ہو تو ایسے خوش عقیدہ فاعل

(کرنے والے) کو بھی اس عمل سے روکا جائے گا۔ اس مسئلہ کو ''اصلاح الرسوم''
طریقہ مولد شریف میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے سبط و شرح کے ساتھ لکھ دیا
ہے اس سے زیادہ متصور نہیں۔ انہی قواعد کے پیش نظر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے
عرس اور مروجہ مجالس میلاد شریف وغیرہ کے اجتماعات کو ممنوع اور بدعت قرار دیا ہے۔
امام المحدثین ولی کامل حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ''البراہین
القاطعہ'' مبسوط کتاب ایسی ہی بدعات کے رد میں تصنیف فرمائی۔ اس میں حضرت
لکھتے ہیں۔

''اصل یہ ہے کہ بحکم آیت و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حدود شرعیہ
سے تغیر نہیں کرنا چاہیے اور کسی وصف کو تبدل کمی و زیاتی کے ساتھ بدلنا نہیں چاہیے
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید اور ضروری کو ضروری اور مباح کو مباح اپنے حالات
مشروعہ پر رکھنا واجب ہے ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث بدعت کا میں گرفتار ہو
جاوے گا۔ پس بناء علیہ قاعدہ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہ
ہو۔ (علماً و عملاً) اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہ ہو''علما و عملا'' اور مقید اپنے
انداز سے نہ بدلے (علما و عملا) اور اس پر آیات و احادیث دال ہیں چونکہ یہ قاعدہ
مسلمہ سب کا ہے اس کے دلائل لکھنے کی حاجت نہیں مگر بقدر حاجت لکھتا ہوں کہ غافل
کو تنبیہ کردیوے مسلم نے روایت کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصو البلة الجمعة من بین اللیالی
ولاتختصو ایوم الجمعة لقیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم
احدکم (الحدیث)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راتوں میں جمعہ کی رات کو اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو قیام (نماز) کیلئے خاص نہ کرو مگر یہ کہ وہ اس روزے میں آجائے جس کو تم میں سے کوئی رکھتا ہو) چونکہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فضائل بیان فرمائے تھے تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادات ہیں اس میں خاص نہ کر بیٹھے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمادی کہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرماویئے ہیں وہی اس میں افضل وسنت ہیں اگر کوئی اس پر قیاس یا اضافہ کرے گا تو مقبول نہ ہوگا پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم وصلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو کیونکہ صوم وصلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدوں ہمارے حکم کے درست نہیں پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا.... اور آپ علیہ السلام کا قول ''لاتختصوا'' نہی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد وعلم میں ہو یا عمل میں دونوں میں ناجائز ہوگی سو یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص میں واقع ہووے گی وہ بدعت ہے اور داخل نہی میں ہے۔

یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مسنبط تھا تو امام نووی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

احتج به العلماء علی کراهة هذه الصلوٰة المبتدعه التی تسمی الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فانها بدعة منكرة من البدع هی الضلالة والجهالة۔

(علماء نے اس سے اس بدعت نماز جس کا نام صلوٰۃ رغائب ہے اس کے مکروہ ہونے پر

استدلال کیا ہے اللہ اس کے وضع کرنے والے اور گھڑنے والے کو ہلاک کرے اس لئے کہ یہ بدعتوں میں سے بدعت مکروہ ہے اور یہ گمراہی اور جہالت ہے۔ (ترجمہ از صفدر)

اب دیکھو نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادت ہے اور سب اوقات مشروعہ میں افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے منکرہ ہو گئی کیوں کہ اطلاق مشروع نہ رہا قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہو گیا تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت بن گیا۔ (البراھین ص ۱۱۳)

بناء علی هذا القاعدة شارح منیه نے صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے پر چند دلائل لکھے ہیں۔

منها فعلها بالجماعة وهی نافلة ولم یرد به الشرع ...ومنها ان العامة یعتقد و نها سنة ۔

(انہی وجوہ میں سے اس کا باجماعت ہونا ہے حالانکہ یہ نفل ہے اور نفلوں کی جماعت شریعت میں نہیں ہے.... اور ان میں سے ہی یہ ہے کہ عوام اس کو سنت سمجھ لے گی۔ ترجمہ از صفدر)

اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح ومندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہوتا ہو اس کا اسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرع کا کرنا لازم ہو جائے گا عند العموم اور دفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔ ومنها ان الصحابةؓ والتابعین ومن بعدهم من المجتهدین لم ینقل عنهم ۔(اور ان وجوہ بدعت میں سے یہ بھی ہے کہ صحابہؓ تابعینؒ اور ان کے بعد کے مجتہدین سے یہ منقول نہیں ہے۔ (ترجمہ از صفدر)

شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا یہ چند قواعد استخراج کئے ہیں یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنس کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام وتداعی کے ساتھ حکم فرمادیا وہ تو اسی طرح ہوئے اور جس کو مطلق فرمایا اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہیئے ورنہ تبدیل حکم شرعی وبدعت ہو جاوے گی دوسرے یہ کہ جس کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہو جائے گی ورنہ تخصیص بدعت میں ہووے گی۔ تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے فسادِ عقیدہ حاصل ہو تو اس کا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت مئوکدہ وواجب کے۔ پانچویں یہ کہ جس شئی کی اصل خیر القرون میں نہ ملے وہ بدعت ہو جاتی ہے۔

پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں کہ شارح منیہ نے استفاد فرمایا اور فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں اور انہی قواعد سے فاتحہ مرسومہ اور سیوم وغیرہ اور تعینِ جمعرات وغیرہ اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہو گئی ہیں۔ (البراھین ص ۱۱۵)

عرس میں تعین یوم ظاہر ہے کہ ہوتی ہی ہے اور محفل میلاد میں بھی یہ تعین ہوتی ہے اگر یوم ولادت پر منعقد کی جائے تو جتنی وجوہات صلوٰۃ الرغائب کے مکروہ ہونے پر شارح منیہ نے بیان کی ہیں وہ سب وجوہات ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں تداعی اور اجتماع کا اہتمام بھی پایا جاتا ہے اور مطلق کی تقیید اور زمانہ کے ساتھ تخصیص بھی موجود ہے اور اسی طرح کی محافل کے اہتمام اور ان کی طرف تداعی

اور ہر سال دوام کے ساتھ منعقد کرنے سے عوام کے عقیدوں کے فاسد ہونے کا صرف احتمال ہی نہیں بلکہ فاسد ہو چکے ہیں۔ عوام اس کو لازم سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں۔ قرون ثلاثہ یعنی صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے زمانہ میں بھی ان مجلسوں کا منعقد ہونا یقیناً ثابت نہیں تو پھر ان کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا شک ہے اگر صلوٰۃ الرغائب جیسی عبادت ان وجوہات کی بنا پر مکروہ اور بدعت ہوگئی تو ان مجالس کے بدعت و ضلالت ہونے میں کیا شک ہے البتہ بغیر کسی خاص طریقے کے ایصال ثواب کرنا اور آپ ﷺ کا ذکر کرنا جبکہ تداعی نہ ہو تو مندوب اور مستحب ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ محافل میلاد میں جا کر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو خاطر خواہ فوائد مرتب ہوتے ہیں بہت سے حضرات رسوم مروجہ میں بھی اسی نیت سے شریک ہو جاتے ہیں یہی شبہ ایک زمانہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بھی لگا تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔ جب میں ہند کو (حرمین شریفین سے) واپس آیا تو طلب کرنے پر (ان مجالس میں) شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصلی عمل سے زائد تھے ان کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مزاق اور ہر جنس کے چنانچہ ان مجالس

میں مواقع ان کے پند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا۔ اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سیئہ سے تائب و صالح ہو گئے، بہت روافض سنی ہو گئے بہت سے سود خور و شرابی و بے نمازی وغیرھم درست ہو گئے۔ غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا اور دوسرا برائے نام....(تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۱۷)

لیکن مجالس میلاد وغیرہ کے مندرجہ منافع کے باوجود حضرت گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ کو ان مجالس کی شرکت سے منع فردیا اور لکھا کہ...... آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں کاش۔ ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے یا تسویل نفس وشیطان ہوئی۔ اس پر آپ بدوں غور عامل ہو گئے (تذکرۃ الرشید جلد اول ص ٦٧) حضرت تھانویؒ کے اسی بیان کو برکۃ العالم، قطب الاقطاب، محدث العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے اپنی آپ بیتی میں حرف بحرف نقل کیا ہے یہاں اسی سے ہی نقل کیا جاتا ہے۔ تذکرۃ الرشید میں حکیم الامتؒ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ کی (یعنی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی) صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی یا وساوس کی کثرت کیوں نہ ہو جوں آپ کی صحبت میں بیٹھے قلب میں ایک خاص قسم کا سکینہ اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورت رفع ہو گئی اور قریب قریب آپ کے کامل مریدوں میں عقائد کی درستی دین کی پختگی خصوصاً حب فی اللہ اور بغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے۔ اور ان کمالات کی شہادت میں بے شمار واقعات موجود ومشہور ہیں۔ احقر پر یوں تو ہر صحبت اور ہر مخاطب میں کچھ نہ کچھ فیض واحسان فائض رہتا تھا لیکن حسب ارشاد نبوی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (یعنی جو لوگوں کے احسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کے احسان کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا) دو احسان زیادہ قابل

ذکر ہیں۔ایک علم ظاہری کے متعلق ۔دوسرا باطنی کے متعلق۔اول کا مختصر بیان یہ ہے
کہ میں مسائل اختلافیہ میں اہل حق اور بدعت کے متعلق باوجود صحت عقیدہ کے والحمد
للہ۔ایک غلطی میں مبتلا رہااور اس غلطی پر بہت خیالات اور بہت سے اعمال متفرع
رہے یعنی بعض اعمال رسمیہ مثل مجلس متعارف میلا د شریف وامثالہ جن کو محققین بعض
مفاسد کی وجہ سے عوام کے لئے مطلق ممنوع بتاتے اوران عوام الناس کے ساتھ خواص
کو بھی روکتے ہیں ان مفاسد کو تو میں ہمیشہ مذموم اوران کے مباشر (یعنی کرنے
والے) کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ ان مفاسد
پر متنبہ اور مطلع کرتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال میں جم رہی تھی کہ علت نہی کی وہ
مفاسد ہیں اور جہاں علت نہ ہوگی وہاں معلول پس خواص جو کہ ان مفاسد سے مبرا
ہیں ان کو روکنے کی ضرورت نہیں اور اسی عوام کو بھی علی الاطلاق روکنے کی حاجت نہیں
بلکہ ان کو نفس اعمال کی اجازت دے کر ان کے ان مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہیئے بلکہ
اس اجازت دینے میں یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریقے سے تو عقیدہ کی بھی
اصلاح ہو جائے گی جس کا فساد مدار نہیں ہے اور بالکل منع کر دینے میں عوام مفاسد
سمجھیں گے اور عقیدہ کی بھی اصلاح نہ ہوگی ایک مدت اس حالت میں گزر گئی اور
باوجود دائمی درس وتدریس فقہ وحدیث وغیرھما کے کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف
انتقال والتفات نہیں ہوا حضرت قدس اللہ سرہ کا شکر یہ کس زبان سے ادا کروں کہ خود
غایت رافت وشفقت سے مولوی منور علی صاحب بھنگوی مرحوم سے اس امر میں میری
نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اس غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقعہ ہوا تھا
کہ بعض درویشوں سے جن کی حالت انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا یہ خیال
خذ ما صفا دع ما کدر بعض اذکار واشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمدورفت
وصحت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد

درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور عوام کو حق و باطل پر تقریراً متنبہ کرتے رہنا دفع مفاسد کے لئے کافی ہے۔ سو حضرتؒ نے خصوصیت کے ساتھ اس پر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور غایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ غایت کرم وحیا سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہیں فرماتے تھے اس طرح حضرتؒ نے باوجود حاضری کرۃ بعد کرۃ کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا اور اس سے زیادہ لطف وکرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو مجمل حصہ پر محمول فرمایا اس غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیرومرشد قبلہ وکعبہ حاجی صاحب نے ایک تقریر درباب ممانعت تنازعہ واختلاف مسائل موعودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجھ کو اس کی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اس لئے اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے چیز تحریر میں لایا اور حضرت حاجی صاحب کے حضور میں اس کو سنایا۔ چونکہ حضرتؒ کو بوجہ لزوم وخلوت قلت اختلاط مع العوام و بنابر غلبہ ظن عوام کی حالت و جہالت وضلالت پر پورا التفات نہ تھا لامحالہ اس مفصل تحریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اس میں اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چیز کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اس تحریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے دستخط ومہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جو بعنوان فیصلہ ہفت مسئلہ شائع کر دی گئی جس کو بعض کم سمجھو نے اپنی بدعات کا موئید سمجھا وانی لھم ذٰلک۔ کیونکہ ان مفاسد کا اس میں سبھی صراحتاً رد ہے صرف خوش عقیدہ اور خوش فہم لوگوں کو البتہ رخصت و وسعت اس میں مذکور ہے جس کا سبھی وہی خیال مذکور ہے کہ عوام کے مفاس کا خواص پر کیوں اثر پڑے غرض حضرت قدس سرہ نے ان سب کے متعلق مولوی منور صاحب سے تذکرہ فرمایا مولوی صاحب نے احقر سے ذکر کیا تو حضرت کے قوت فیضان سے اجمالاً تو مجھ کو اپنی غلطی سے تنبہ ہو گیا لیکن زیادہ

بصیرت کے لئے میں نے اس بارے میں مکاتبت کی بھی ضرورت سمجھی چنانچہ چند بار جانبین سے تحریرات ہوئیں جو تذکرۃ الرشید حصہ اول میں شائع ہوگئی ہیں بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو بصیرت و تحقیق سے اپنی غلطی پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع ہوگئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو مدت سے مقفل تھا مفتوح ہوگیا جس کا مخلص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقعہ فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ مرتکب اس کا سبب ہو بس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو اسی کا فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے لیکن کل عوام کی اصلاح اس سے نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے بس اگر کسی عامی نے اس خواص کا فاعل ہوتا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہیں پہنچا تو یہ شخص اس عامی نے ضلال (گمراہی) کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کی ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے اور ہر چیز کہ بعض مصلحتیں بھی اس فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل کو ہی ترک کردیا جائے گا پس اس قاعدہ کی بنا پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کے لیے اس فعل کو ترک کردیں گے۔ البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاس پیش آویں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاس کی اصلاح کی جاوے گی چنانچہ احادیث نبویہ اور مسائل فقہیہ سے یہ سب احکام وقواعد ظاہر ہیں ماہر پر مخفی نہیں ان سب میں سے کسی قدر رسالہ اصلاح رسوم میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے جب میرے اس خیال کی اصلاح ہوگی تو اس کے فروع و آثار کی اصلاح بفضلہٖ تعالیٰ ہوگی چنانچہ خلافِ شریعت درویشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات

ہوئی اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق ایک ضروری ضمیمہ لکھ کر شائع کر دیا گیا جس سے اسی سے متعلق اہل افراط وتفریط کے سب اوہام کو رفع کر دیا گیا۔

ایک دقیق نکتہ:

قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو انعقاد مجلس مولود کے سلسلہ میں ہی یہ لکھا تھا کہ.... اگر تسلیم کیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لیے مؤید ہے۔ پس یہ فعل مندوب آپ کا مغوی خلق (لوگوں کو گمراہ کرنے والا) ہوا تو اس جواز کا کیسے حکم دیا جائے گا۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۲۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ فلاں بزرگ بھی مجالس میلاد کرتے ہیں تو وہ حقیقت حال سے ناواقفی کی بنا پر اپنی ان مجالس میلاد کو بھی صحیح قرار دیں گے جو منکرات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح اگر کسی تعلیم یافتہ کا عقیدہ فاسد نہ ہو اور وہ عرس ومیلاد کو خاص قیود کے ساتھ بھی نہ کرتا ہو ان قیودات کو لازم بھی نہ سمجھتا ہو ایسے آدمی کے لیے بھی یہ کرنا ناجائز ہوگا۔ اب یہاں اس کے منع کرنے کی وجہ اس کے عقیدہ کا فساد نہیں ہے کیونکہ منع کی علت صرف کرنے والے کے عقیدہ کا فاسد ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اگر عوام کا عقیدہ فاسد ہو تب بھی یہ منع ہوگا جیسا کہ علامہ شامیؒ وغیرہ فقہاء سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔

محافلِ میلاد کا تاریخی جائزہ:

حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام حضرت

مدنیؒ ہیں۔سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری خلفاء فاطمیہ نے قاہرہ میں چھ عدد میلادوں کی بنیاد ڈالی جن میں سے ایک میلاد النبی ﷺ دوسرے میلاد حضرت علیؓ کے تیسرے میلاد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ چوتھے میلاد حضرت حسنؓ پانچویں میلاد حضرت حسینؓ اور چھٹی میلاد خلیفہ وقت ۔ان میلادوں کو فضل بن امیر الجیوش نے ختم کر دیا ۔جب حاکم بامر اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے (۵۷۴ھ) میں پھر ان میلادوں کی مجلس کو قائم کیا۔ ہاں میلاد النبی کو موصل میں شیخ عمر بن الملا جو اپنے زمانے کے اچھے لوگوں میں شمار ہوتے تھے قائم کیا جس کی اقتداء صاحب اربل مظفر ابو الخطاب عمر بن الحسن المعروف بابن وجیہ اندلسی نے سلطان مظفر الدین کی دلچسپی میلاد النبی دیکھ کر ایک کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر تصنیف کی۔جس کے صلہ میں سلطان اربل نے ایک ہزار دینار عطاء فرمائے۔شاہ اربل نے ربیع الاول میں سرکار دو عالم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اس قدر غلو کیا۔

کہ بقول صاحب تاریخ ابن خلکان و کتاب مراۃ الجنان سبط ابن جوزی مظفر نے بیس قبہ جات یعنی گنبد اس طرح بنوائے کہ ہر گنبد کے چار اور پانچ درجے نیچے اوپر قائم کر دیئے تھے۔ایک اپنے لیے مخصوص کر رکھا اور بقیہ امراء اور سلاطین وغیرہ کے لیے وقف تھے جس کی آرائش اور سجاوٹ صفر کے مہینے سے شروع ہو جاتی تھی ۔عصر کی نماز پڑھ کر مظفر اپنے قبہ کے اندر داخل ہو جاتا تھا مجلس رقص اور سرور سجتی تھی۔ طرح طرح کے کھانے اور رنگ برنگ بھیس میں متصوفین اور نام نہاد علماء عصر ٹوٹ پڑتے تھے کبھی آٹھ ربیع الاول کو یہ تقریب منائی جاتی تھی حسب تصریح ابن جوزی... پانچ ہزار بونی بکریاں اور دس ہزار مرغ مسلم اور ایک لاکھ برتن اور تیس ہزار تشتریاں مٹھائی سر پر موجود ہوتی تھیں اور سماع اور قوالی کی مجلس ظہر سے فجر تک مسلسل جاری رہتی تھی ۔(حاشیہ مکتوب شیخ الاسلام نمبر ۶۲ ج ۳)

پرلے درجہ کی جہالت اور گمراہی:

اسی سلسلہ میں مولانا نجم الدین اصلاحی لکھتے ہیں۔ مذہب اور دین کے اندر جو چیزیں فرض، واجب، مستحب، مندوب اور مباح وغیرہ کے ناموں سے یاد کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب صحابہؓ وتابعینؒ اور آئمہ مجتھدینؒ سے منقول اور موجود ہیں۔ آئمہ اربعہ کے اصول کے خلاف کوئی طریقہ اور کوئی مجلس بعد کے کسی صوفی اور مولوی نے ایجاد کی ہو اس مندوب اور استحباب پر زور دینا پرلے سرے کی جہالت ہوگی اور اس کے تارک کو ملامت کرنا اور دشمن اسلام ظاہر کرنا بددینی اور کھلی ہوئی گمراہی متصور ہوگی۔ (ایضاً حاشیہ مکتوب شیخ الاسلام نمبر ۲۶)

اکاذیب غیر مقلدین

(زبیر علی زئی کے مزید دس جھوٹ)

از فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالغفار ذہبی صاحب (سابق غیر مقلد)

جھوٹ نمبر ۳۱۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام ابن القاسم م ۱۹۱ھ (یہ صحیح بخاری صحیح نسائی وغیرہ ھما کے ثقہ راوی ہیں) نے امام مالک المدنی وغیرہ امتیوں کے اقوال کی تقلید کی ہے دیکھیئے لاالمدونۃ الکبری ط مکہ مکرمہ وغیرہ) جو خود تقلید کرتا ہے وہ کسی اور کو کیسے منع کر سکتا ہے فلھذا علی زئی دجال کا امام ابن القاسم پر واضح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۲۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام ابن وھب م ۱۹۷ھ (یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) نے امام مالک المدنی وغیرہ امتیوں کے اقوال وافعال تقلیداً لئے ہیں دیکھیئے کتاب القدر لاابن وھب والجامع فی الحدیث لاابن وھب وغیرھما) یاد رہے جو خود تقلید کرتا ہے وہ دوسروں کو کیسے منع کرے گا۔ فلھذا علی زئی کذاب کا امام ابن وھب پر سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۳۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام وکیع بن الجراح م ۱۹۷ھ (یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) انھوں نے بغیر مطالبہ دلیل امتیوں کے اقوال خصوصاً امام اعظم ابوحنیفۃ تابعی کے اقوال کو تقلیداً لیتے اور اس پر فتویٰ دیتے تھے یفتی بقول ابی حنیفۃ۔ دیکھیئے کتاب

السنن لوکیع وغیرہ ، اخبار ابی حنیفۃ اصحابہ للصیمری ص ۱۴۹ وتاریخ بغداد للخطیب ج ۱۲ ص ۲۷ وتذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۱ ص ۲۲۴ والعبر للذھبی ج ۱ ص ۱۶۳ وتھذیب لابن حجر ج ۶ ص ۸۲ وغیرھا) یاد رہے جو خود تقلید کرتا ہے وہ کسی اور کو تقلید سے کیسے منع کرے گا فلھذا علی زئی خبیث کا امام وکیع بن الجراح پر سفید جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۴۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین ودیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام یحیٰ بن سعید القطان م ۱۹۸ھ (یہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) نے امام ابوحنیفہ تابعی وغیرہ کے اقوال بغیر مطالبہ دلیل تقلیداً لیتے اور امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے ویفتی بقول ابی حنیفۃ وقد اخذنا باکثر اقوالہ دیکھئے (اخبار ابی حنفیۃ للصیمری ص ۱۴۹ والانتقاء لابن عبدالبر ص ۲۰۳، ۲۰۴ وتاریخ بغداد للخطیب ج ۱۲ ص ۲۷ وتذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۱ ص ۲۲۴ والعبر للذھبی ج ۱ ص ۱۶۳ وتھذیب لابن حجر ج ۵ ص ۶۳۰ وغیرھا) یاد رہے جو خود تقلید کرتا ہے وہ کسی اور کو کیسے منع کرے گا۔ فلھذا علی زئی دجال کا امام یحیٰ بن سعید القطان پر سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۵۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین ودیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام عبدالرزاق بن الھمام م ۲۱۱ھ (یہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) انہوں نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق وتفسیر وغیرھما کتب میں امتیوں یعنی صحابہؓ وتابعین وغیرھما کے اقوال وافعال کو تقلیداً اخذ کیا ہے جو خود تقلید محمود کرتا ہو وہ کسی اور کو کیسے منع کرے گا فلھذا علی زئی کذاب کا امام عبدالرزاق بن الھمام پر واضح ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۶۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین ودیگر علماء تمام مسلمانوں کو

تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)
(تبصرہ) امام ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ (یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرھما کے ثقہ راوی ہیں) انہوں نے اپنی کتاب مصنف و مسند وغیرھما میں امتیوں کے یعنی صحابہؓ و تابعین وغیرھما کے اقوال و افعال بغیر مطالبہ دلیل تقلیداً لیے ہیں یاد رہے جو خود تقلید محمود کرتا ہو وہ کسی اور کو کیسے تقلید سے منع کرے گا۔ فلھذا امام ابن ابی شیبہ پر علی زئی کذاب کا یہ سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۷۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)
(تبصرہ) امام عبدالعزیز المکی م تقریباً ۲۳۱ ائمہ نے ان کو صدوق فاضل قرار دیا ہے (تقریب ج ا ص ۳۶۱) انہوں نے تقلید و تقلیدی ایمان کو صحیح اور مقلد کو مومن مسلمان قرار دیا ہے مثلاً قال الامام ابو منصور بغدادیؒ قال اصحابنا کل من اعتقد ارکان الدین تقلیداً من غیر معرفۃ بادلتھا الی ان قال اختلف اصحابنا فمنھم من قال ھو مومن وحکم الاسلام لہ الی ان قال وبہ قال المتقدمون من متکلمی اھل الحدیث کعبد اللہ بن سعید والحارث المحاسبی وعبدالعزیز المکی الخ (اصول الدین لابی منصور ص ۲۸۱ ونحوہ التقریر و التحبیر لابن الحاج، ج ۳ ص ۴۳۶) فلھذا امام عبدالعزیز المکی پر علی زئی خبیث کا یہ واضح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۸۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)
(تبصرہ) امام اسحاق بن راھویہؒ م ۲۳۸ (یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرھما کے ثقہ راوی ہیں) نے ایک عالم کو دوسرے عالم کی تقلید محمود کو جائز اور مطلق تقلید محمود کو صحیح قرار دیا ہے مثلاً قال اسحاق یجوز ذٰلک (یعنی یجوز للعالم تقلید العالم) وقال ابن الحاج لا یمنع

من التقلید مطلق وعلیہ سفیان الثوری واسحاق الخ (التبصر ۃ فی اصول الفقہ للشیر ازی ص ۲۳۷ والمستصفی للغزالی ص ۳۲۹ والاحکام للآمدی ج ۴ ص ۴۳۰ والتقر یر والتحبیر لابن الحاج ج ۳ ص ۴۲۰) یاد رہے کہ جو خود تقلید محمود کو جائز وصحیح قرار دے وہ کسی اور کو کیسے منع کر سکتا ہے۔ فلھذا امام اسحاق پر یہ علی زئی دجال کا سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۹۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ (یہ ائمہ اربعہ میں سے ہیں اور صحیح بخاری وصحیح مسلم و سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) انہوں نے عالم کو عالم کی تقلید کو جائز اور صحابہؓ کی تقلید کو بھی جائز اور مطلق تقلید اور مقلد کے تقلیدی ایمان کو صحیح اور مقلد کو مومن مسلمان قرار دیا ہے۔ مثلاً قال احمدؒ یجوز ذٰلک (یعنی یجوز للعالم تقلید العالم) وقال ایضاً تقلد ایھم احببت۔ وقال ابو منصور قال اصحابنا کل من اعتقد ارکان الدین تقلیداً من غیر معرفۃ بادلتھا الی ان قال اختلف اصحابنا فمنھم من قال ھو مومن وحکم الاسلام لہ الی ان قال ھذا قول شافعی و مالک والاوزاعی والثوری وابی حنفیۃ واحمد الخ۔ وقال ابن الحاجؒ لا یمنع من التقلید مطلق وعلیہ سفیان الثوری واسحاق وابی حنیفۃ الی ان قال عن احمد انہ یجوز تقلید الصحابۃ۔ وعلی المذھب الصحیح للصحۃ ایمان المقلد عند الائمۃ الاربعۃ الخ۔

(التبصر ۃ للشیر ازی ص ۲۳۷ وجامع بیان العلم لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۰۲ واصول الدین لابی منصور ص ۲۸۰، ۲۸۱ والتقر یر والتحبیر لابن الحاج ج ۳ ص ۴۳۰ وفواتح الرحموت ص ۴۳۲، ۴۳۳ والمستصفی للغزالی ص ۳۶۹ والاحکام للآمدی ج ۴ ص ۴۳۰) یاد رہے کہ جو خود تقلید محمود کرتا ہو دیکھئے (مسائل الامام احمد براویۃ ابنہ وغیرہ) وہ کسی اور کو کیسے منع کر سکتا ہے فلھذا امام احمد بن حنبلؒ پر علی زئی کذاب کا یہ واضح ترین جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۴۰۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۳۸)

(تبصرہ) امام ھناد بن السریؒ م ۲۴۳ھ (یہ خلق افعال العباد للبخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں) انہوں نے امتیوں کے اقوال و افعال کو بغیر مطالبہ دلیل تقلیداً لیا ہے دیکھئے (کتاب الزہد للھناد الکوفی ج ا و ج ۲ ط الکویت) یاد رہے کہ جو خود تقلید محمود کرتا ہو وہ کسی اور کو کیسے منع کرسکتا ہے فلھذا امام ھناد پر علی زئی دجال کذاب کا واضح جھوٹ ہے۔

محلّہ کی مسجد میں دوسری جماعت

مولانا محمد امجد سعید صاحب لاہور (دوسری قسط)

غیر مقلدین اور زبیر علی زئی کے دلائل اور ان کا جواب:

مسجد میں دوسری جماعت کے سلسلے میں عموماً دو روایتوں کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں اور زبیر علی زئی نے بھی انہی روایات کو بطور سند اور دلیل پیش کیا ہے لہٰذا ان کا تفصیلی جواب دینا میں یہاں پر ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک روایت مصنف ابن ابی شیبہؒ کی ہے جس کے ضمن میں زبیر علی زئی صاحب نے اور بھی بہت سی کتب کے حوالے درج کئے ہیں اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں آیا تو آپؐ نے فرمایا کون اس کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر حاصل کرے گا۔ اس پر ایک صحابیؓ اٹھے اور انہوں نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ ہذا کی نزاکت کو سمجھے بغیر ہی اس روایت کو بطور دلیل پیش کر دیا جاتا ہے حالانکہ حدیث کا ایک ادنیٰ سا طالب علم بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ اس روایت میں سرے سے تکرارِ جماعت کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ مندرجہ صدر روایت میں تو یہ بتلایا جا رہا ہے کہ فرض پڑھنے والے کے ساتھ نفل نماز کی نیت سے شامل ہو سکتے ہیں۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نیز جمہور علماء کے نزدیک بھی مسئلہ کی یہ صورت جائز ہے اور جس صورت کو یہ حضرات مکروہ لکھتے اور کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے پہلے باجماعت نماز نہ پڑھی ہو اب وہ اپنی جماعت اس مسجد میں دوبارہ کرائیں۔ جہاں اہل مسجد جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکے ہوں تو یہ صورت مکروہ ہے۔ بہر حال تفصیل مذکور سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ اس روایت کا تکرارِ جماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ دونوں میں سے ایک فرضی اور دوسرا نفلی نماز پڑھ رہا ہے لہٰذا اس کو تکرارِ جماعت کے حوالے سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں زبیر علی زئی صاحب نے اس روایت سے جو یہ مسئلہ نکالا کہ ایک امام یا انتظامیہ سے اجازت لے کر جماعت ثانیہ ہو سکتی ہے یہ ان جیسے مجتہدین کا ہی کام ہو سکتا ہے چنانچہ زئی

صاحب لکھتے ہیں ”کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد کے امام یا انتظامیہ کی اجازت سے دوسری جماعت بغیر کسی کراہت کے جائز ہے“۔ (الحدیث ص نمبر ۲۰، جون ۲۰۰۷ء) مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک فریضے کی ادائیگی کے لئے کیا امام مسجد یا کمیٹی وانتظامیہ کی اجازت ضروری ہے، اور اگر انتظامیہ یا امام مسجد اجازت نہ دیں تو زبیر علی زئی صاحب بغیر جماعت کے نماز پڑھیں گے، اور بقول ان کے حدیث سے ثابت شدہ مسئلہ کو انتظامیہ یا امام کی وجہ سے چھوڑ دیں گے....؟ زبیر علی زئی صاحب یہ بات بھی اگر باحوالہ لکھ دیں تو بڑی مہربانی ہوگی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انتظامیہ یا مسجد کی کمیٹی ہوا کرتی تھی...؟ یہ اور اس طرح کے بہت سارے دیگر سوالات زبیر علی زئی صاحب کی اس نرالی شرح سے جنم لے رہے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے پاس ان سوالات کے کیا جوابات ہیں، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اس روایت سے محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کے لئے کوئی دلیل ”قیاس“ نہیں کی جاسکتی۔

کیا صرف امام ترمذیؒ ہی حجت ہیں....؟

زبیر علی زئی صاحب نے امام ترمذی رحمہ اللہ کا فیصلہ تو نقل کر دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیا وہ امام ترمذیؒ کے صرف اسی فیصلے کو مانتے ہیں یا تمام فیصلوں کو....؟ اگر تمام فیصلوں کو مانتے ہیں تو بات کریں کہ امام ترمذیؒ کے فیصلہ بیس رکعت تراویح اور ترکِ رفع الیدین کی تصریح اور صحابہ کرامؓ کے اجماع کی بات بھی درمیان میں آئے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ زبیر علی زئی صاحب امام ترمذیؒ کے بیس رکعت تراویح اور عدم رفع الیدین کے فیصلوں کو نہ مانیں گے۔ اور چونکہ اس مسئلہ میں ان کا اپنا الو سیدھا ہوتا ہے اس لئے بار بار امام ترمذیؒ کا حوالہ لکھ دیا۔ اسے کہتے ہیں کہ ”میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو“۔ جناب زبیر علی صاحب! ہمیں اس روایت کی سند سے بحث نہیں جسے آپ لکھ کر اپنے ناخواندہ حواریوں پر اپنا علمی رعب جما رہے ہیں، ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا وہ مطلب نہیں جو آپ مراد لے رہے ہیں، بلکہ یہ روایت آپ کے مدعا کے لئے قابل ثبوت ہی نہیں۔ اس کا وہی مطلب ہے جو ہم اوپر لکھ

آئے ہیں آپ نہ مانیں تو یہ دوسری بات ہے یا پھر اس روایت کا وہ مطلب جو آپ لے رہے ہیں وہ امام ترمذیؒ سے بھی ثابت کریں۔

دوسری روایت جو اس مسئلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کسی جگہ مسجد میں تشریف لائے جہاں نماز پڑھی جا چکی تھی۔ انہوں نے نئے سرے سے اذان وقامت کہی اور جماعت کروائی۔ (بخاری تعلیقاً وبیہقی) اس روایت کو بطور دلیل پیش کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسجد میں حضرت انسؓ نے یہ نماز پڑھی تھی وہ محلّہ کی مسجد ہی نہیں تھی بلکہ راستہ میں مسافروں کے لئے بنائی گئی تھی، جہاں گزرنے والے مسافر اپنی اپنی جماعت کروایا کرتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مسند ابی یعلی کی روایت میں اس مسجد کا نام ''مسجد ثعلبہ'' اور بیہقی کی روایت میں ''مسجد رفاعہ'' مذکور ہے۔ (فتح الباری ص ۱۳۱/ج ۲) اور اس نام کی مسجد مدینہ میں ملتی ہی نہیں، حالانکہ مدینہ منورہ میں ہر چھوٹی بڑی مسجد کا تذکرہ ارباب تاریخ نے واضح طور پر تحریر کر دیا ہے اور کتب تاریخ میں صاف طور ملتا ہے نیز اس حدیث میں اس بات کی تصریح بھی ہے کہ حضرت انسؓ نے نماز سے قبل اذان اور اقامت بھی کہی اور یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب یہ مسجد راستے میں کوئی مسجد ہو، کیونکہ محلّہ کی مسجد میں ایک دفعہ اذان و اقامت کہے جانے کے بعد دوبارہ اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے غیر مقلد دوست اور زبیر علی زئی صاحب ذرا ہمت کر کے یہ بتائیں کہ کیا صحابیؓ کا فعل ان کے نزدیک حجت ہوسکتا ہے...؟ آخر انہیں قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل دستیاب کیوں نہیں ہو رہی....؟ اور وہ صحابیؓ کے فعل کو نقل کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو کیوں چھوڑ رہیں حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ''اہلحدیث کے دو اصول قال اللہ وقال الرسول'' پھر اس روایت میں تکرار جماعت سے قبل تکرار اذان و اقامت کا ذکر بھی تو ہے۔ کیا زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک یہ بھی جائز ہے...؟ Ãfe áæ†ËÓiæ h^jÓ0] ~ ³Ã³fe áç³ß³Úç³ò³jÊ]^³ ~ پر عمل ہے...؟ آخر ایک روایت میں سے ایک حصہ روایت مان کر دوسرے حصہ کو کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے....؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے....؟

غیر مقلدین کی قیاسی نماز

مولانا رب نواز سلفی (دار العلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ)

پہلی قسط

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہماری نماز اپنے تمام مسائل سمیت صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن ان کی یہ بات خلافِ حقیقت ہے وہ اپنی نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح سے ثابت نہیں کر سکتے البتہ اتنا کمال دکھا دیتے ہیں کہ کئی ضعیف حدیثوں کو سامنے رکھ کر اپنی نماز مرتب کر دیتے ہیں مگر مشکل پھر بھی حل ہوتی دکھائی نہیں دیتی کیونکہ نماز کے کئی مسائل ایسے ہیں جو انہیں نہ صحیح حدیث میں ملتے ہیں اور نہ ضعیف حدیث میں۔ تو پھر قیاس کی وادی میں چھلانگ لگا دیتے ہیں اور نماز کے مسائل کو قیاس سے ثابت کرتے ہیں لیکن افسوس! اپنی اس نماز کو قیاسی نماز کہنے کی بجائے اسے نبوی نماز قرار دیتے ہیں اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے اسے اپنے قیاس کا مخالف نہیں کہتے بلکہ اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان گردانتے ہیں۔ ذیل میں غیر مقلدین کی قیاسی نماز ملاحظہ فرمائیں۔

قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس:

غیر مقلدین نمازِ وتر میں قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور اسے وہ اولیٰ و بہتر عمل قرار دیتے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۲۰۶)

ان کا یہ مسئلہ قیاسی ہے چنانچہ جناب مبشر ربانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں ”قنوتِ وتر میں ہاتھوں کا اٹھانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں.... جو لوگ وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں وہ اسے قنوت نازلہ پر قیاس کرتے

ہیں۔(احکام ومسائل ص ۲۵۹)

غیر مقلدین کے رسالہ ''الاعتصام'' میں لکھا ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ دعا بعد از رکوع کی صورت میں قنوتِ نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے رفع الیدین کیا جائے۔

(ہفت روزہ الاعتصام ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ بحوالہ متضاد فتوے از مولانا قارن صاحب)

عرفات کی نماز پر عام سفر کی نماز کو قیاس:

عرفات میں نمازِ عصر کو ظہر کے وقت ادا کیا جاتا ہے دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں پڑھنے کو جمع بین صلوٰتین کہتے ہیں اور دوسری نماز کو پہلی کے وقت ادا کرنا مثلاً نمازِ عصر کے ظہر کے وقت پڑھنے کو جمع تقدیم کہا جاتا ہے غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ عرفات میں نمازِ عصر کو ظہر کے وقت (جمع تقدیم کرکے) پڑھا جاتا ہے مگر عام سفروں میں نمازِ عصر کو ظہر کے ساتھ ادا کرنا حدیث سے ثابت نہیں البتہ سفر کی نماز کو عرفات کی نمازوں پر قیاس کرکے جمع تقدیم کر سکتے ہیں لہٰذا جیسے میدانِ عرفات میں دو نمازوں کو جمع تقدیم کی صورت میں پڑھنا درست ہے ایسے ہی عام سفروں میں بھی درست ہے۔

چنانچہ علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں ''ابوداؤد نے کہا جمع تقدیم میں کوئی حدیث عمدہ نہیں ہے اور امام ابن حزم نے اسی لیے جمع تقسیم کو جائز نہیں رکھا میں (وحید الزمان) کہتا ہوں عرفات میں جو جمع تقدیم کی حدیث ہے وہ صحیح ہے اور اسی پر دوسرے سفر کو بھی قیاس کر سکتے ہیں'' (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۴۹)

سامع کو امام پر قیاس:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح میں امام اگر قرآن دیکھ کر پڑھتا رہے تو یہ جائز ہے البتہ قرآن سننے والا (سامع) قرآن دیکھ کر سنے اور غلطی بتائے اس کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے مگر سامع کو امام پر قیاس کر سکتے ہیں لہٰذا جیسے امام کا تراویح میں قرآن دیکھ

کر پڑھنا جائز ہے ایسے ہی سامع کا قرآن دیکھ کر سننا اور غلطی بتانا جائز ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین سے سوال ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز تراویح میں سامع کا قرآن دیکھ کر سننا اور امام کو غلطی بتانا جائز ہے؟

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کا غلام تراویح میں امام ہوتا تو قرآن مجید دیکھ کر پڑھتا تھا حضرت ممدوحہ (عائشہؓ) اس کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اس واقعہ پر قیاس کیا جائے تو صورت مرقومہ جائز ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ۶۵۵)

شیخ الاسلام کی بے بسی قابل دید ہے کہ انہیں قیاس کے لئے کوئی حدیث نبوی نہیں ملی مسئلہ کو قیاس کیا ہے صحابیہ کے عمل پر جبکہ ان کے نزدیک نہ قیاس حجت ہے اور نہ ہی صحابہؓ کا عمل اگر حجت ہے تو صرف اور صرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے چنانچہ شیخ الاسلام صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ''میں خود کن معنی میں اہل حدیث ہوں، میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا اور رسولؐ کے کلام کو سند اور حجت شرعیہ مانتا ہوں ان کے سوا کسی ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا'' (مظالم روپڑی ص ۵۶ مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

مقتدی کو امام پر قیاس:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ نماز میں امام سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمے کہے البتہ مقتدی کے لئے کوئی حکم چونکہ حدیث میں نہیں ہے اس لئے مقتدی کو امام پر قیاس کیا جائے گا لہٰذا وہ بھی امام کی طرح سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کو کہے گا۔

چنانچہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب غیر مقلد اس مسئلہ میں امام کا حکم بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”ویقاس علیہ المقتدی یعنی امام پر مقتدی کو قیاس کیا جائے گا۔(اتحاف الکرام حاشیہ بلوغ المرام ص ۱۱۵)

لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ متقدی بھی امام کی طرح ان دونوں کلمات کو کہے۔

تراویح کو فرض نماز پر قیاس:

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حضرت معاذؓ کی نماز نفل ہوتی اور لوگ ان کی اقتدا میں فرض نماز ادا کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں فرض پڑھنے والوں کی نماز درست ہے البتہ تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز کا حکم حدیث میں نہیں ملتا مگر اسے نفل پڑھنے والے امام پر قیاس کیا جا سکتا ہے لہٰذا جیسے فرض ادا کرنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے امام کی اقتدا میں درست ہے ایسے ہی اس امام کی اقتدا میں بھی درست ہے جو تراویح پڑھ رہا ہے۔

چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں ”جس نے فرض نماز نہ پڑھی ہو تو تراویح میں مل کر (تراویح والے امام کی اقتدا میں) فرض ادا کر لے جیسے حضرت معاذؓ کے مقتدی کرتے تھے یہ مسئلہ اہلحدیث کا ہے حنفی مذہب کا نہیں“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا صفحہ ۶۱۶)

مولانا امرتسری صاحب نے مسئلہ مذکورہ میں قیاس کیا ہے مگر وائے ناکامی کہ قیاس بھی صحیح ثابت نہیں ہوا۔ چنانچہ مولانا شرف الدین دہلوی صاحب غیر مقلد مولانا امرتسری صاحب کے مذکورہ قیاسی فتوی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”یہ مسئلہ معاذؓ والی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں .... یہ قیاس مع الفارق ہے“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا صفحہ ۶۱۶)

آخر ایسا کیوں؟

ہم نے غیر مقلدین کی نماز کے چند قیاسی مسائل ذکر کیے ہیں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ان کا قیاس حدیث کے مطابق ہے یا مخالف؟ اور اس سے بھی ہم صرفِ نظر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قیاسی مسئلہ کو جس حدیث پر قیاس کیا ہے وہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف اگر صحیح ہے تو اس کا صحیح مصداق اور محمل کیا ہے؟ ہم نے تو صرف یہی دکھانا ہے کہ غیر مقلدین قیاس کو حجت بھی نہیں مانتے اور اپنی نماز کو قیاس سے ثابت بھی کرتے ہیں۔ قیاس کو وہ کار ابلیس یعنی شیطانی عمل بھی کہتے ہیں مگر وقت آنے پر اس شیطانی عمل سے اپنی نماز کو مرتب بھی کرتے ہیں غیر مقلدین آخر ایسا کیوں کر رہے ہیں کیا اس کا وہ کوئی معقول جواب دے سکتے ہیں؟..... (جاری ہے)

ریسرچ کی دنیا

مولانا محمد عمران سلفی

میاں چھوٹو جونہی کمرے میں داخل ہوئے۔فوراً عامر درد بھرے لہجے سے بولا

میاں چھوٹو!۔۔۔تم بس نام کے اہل حدیث ہو۔کام کے نہیں۔

میاں چھوٹو!۔۔۔ہیں؟۔۔۔کام کا اہل حدیث کونسا ہوتا ہے؟۔۔۔اور کہاں سے ملتا ہے؟

عامر!۔۔۔کام کا اہل حدیث وہ ہوتا ہے جو خود ریسرچ کرے اور کسی کی اندھی تقلید نہ کرے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔یہ۔۔۔ر۔۔۔ری۔۔ریسرچ کیا چیز ہوتی ہے؟

عامر!۔۔۔ریسرچ کا مطلب ہے کہ خود کتابوں کا مطالعہ کرو۔اور خود حدیث پاک سے مسئلے تلاش کرو۔ویسے بھی آج کل تو ریسرچ بہت آسان ہے۔حدیث کی کتابیں خصوصاً صحاح ستہ کا ترجمہ موجود ہے۔وہ لو۔اور مطالعہ کرو۔

میاں چھوٹو!۔۔۔تو پھر کونسی کتاب بہتر رہے گی؟وہی مجھے دیدو۔

عامر!۔۔یہ لو بخاری شریف۔یہ بہت اتھارٹی والی اور حدیث کی صحیح ترین کتاب ہے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔لو بھئی!۔۔۔اب میں لگاری۔۔۔ریسرچ کرنے۔

اور پھر دونوں ہاتھوں سر پکڑ کر پوری توجہ سے ترجمے والی بخاری شریف کا مطالعہ کرنے لگا۔کافی دیر گذر جانے کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔تو دونوں مسجد کی طرف چل دیے۔

عامر!۔۔۔بھائی چھوٹو!۔۔۔آپ چلیں میں وضوء کر کے آتا ہوں۔

میاں چھوٹو!۔۔۔ابھی تو آپ نے وضوء کیا تھا پھر کیسے ٹوٹ گیا؟

عامر!۔۔۔بس تھوڑی سی ہوا خارج ہوگئی تھی۔اوراس سے وضوءٹوٹ جاتا ہے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔آپ نے آوازسنی تھی؟۔۔یا بومحسوس کی تھی؟

عامر!۔۔۔کچھ بھی نہیں ہوا۔۔لیکن یقین ہے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔اوہو!۔۔۔اس کا مطلب ہے آپ کو اس مسئلے کا پتہ نہیں ہے۔بالفاظِ دیگر میں آپ سے بڑا محقق بن گیا ہوں۔کیونکہ میں نے پوری توجہ سے ری۔۔۔ریسرچ کی ہے۔

عامر!۔۔۔وہ کیسے؟

میاں چھوٹو!۔۔۔ارے!میں نے آج ہی بخاری شریف کی حدیث پڑھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک آدمی آواز نہ سنے یا بومحسوس نہ کرے اس وقت تک وضوءنہیں ٹوٹتا۔

عامر!۔۔۔(مسکراکر)اس حدیث کا تو مجھے بھی پتہ ہےلیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یقین نہ ہو وضوءنہیں ٹوٹتا اور جب یقین ہوجائے تو وضوءٹوٹ جاتا ہے اگرچہ بویا آواز نہ آئے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔(اوپر منہ اٹھاکر) یہ۔۔۔ یہ آپ کیسا مطلب بیان کررہے ہیں؟ ۔۔۔یقین کا لفظ تو کہیں حدیث میں ہے ہی نہیں۔

عامر!۔۔۔یقین کا لفظ ہو یا نہ ہو۔۔۔مسئلہ یہی ہے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔۔۔کیا آپ بھی صحیح حدیث کی موجودگی میں اس کے خلاف مسئلے بتارہے ہیں؟۔۔۔پھر مقلد لوگوں پر ہم کیوں شکوہ کریں؟

عامر!۔۔۔نہیں یار!۔۔۔حدیث کا مفہوم جو میں نے بتایا ہے وہی صحیح ہے اوریہی

مفہوم ہمارے اس دور کے مایہ ناز محقق محترم زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے الحدیث شمارہ نمبر ۲ص ۲۹ پر لکھا۔۔وہ بہت بڑے محقق ہیں۔ان پر اعتماد کرنا چاہیئے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔۔یعنی ہم حدیث کو اپنے ذہن سے نہ سمجھیں یا جیسے ہم نے سمجھا ہے اس پر اعتماد نہ کریں؟

عامر!۔۔۔۔بالکل بالکل۔۔ہمیں اتنا آزاد بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ اپنے بڑوں پر اعتماد ہی نہ کریں۔اگر اہل نا اہل اپنی تحقیق پر اعتماد کرنے لگ جائے تو یہ تو انتشار اور گمراہی تک بات جا پہنچے گی۔

میاں چھوٹو!۔۔۔۔اچھا تو کیا زبیر علی زئی صاحب مرحوم۔

عامر!۔۔۔۔(بات کاٹتے ہوئے)ارے۔۔۔۔مرحوم نہیں۔۔۔۔وہ تو زندہ ہیں۔

میاں چھوٹو!۔۔۔۔اچھا اچھا۔۔۔۔حفظہ اللہ۔۔تو کیا وہ معصوم ہیں؟۔۔۔ان سے سمجھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی؟

عامر!۔۔۔۔معصوم تو نہیں۔۔۔۔لیکن بڑے محقق تو ہیں۔۔۔۔آخر دن رات ان کا یہی کام ہے۔اس لئے ان پر اعتماد کرنا پڑے گا۔

میاں چھوٹو!۔۔۔تو پھر اس۔۔۔ری۔۔۔ریسرچ میں ہمارے دماغ کھپانے کا کیا فائدہ؟

جب ہم اپنے اوپر بھی اعتماد نہیں کر سکتے؟

اور پھر ہم میں اور مقلدین میں کیا فرق رہا؟

جب ہم نے بھی بڑوں کے پیچھے چلنا ہے۔

عامر!۔۔۔۔بات تو کچھ میرے دل میں بھی کھٹکتی ہے۔

میاں چھوٹو!۔۔۔۔صرف یہی بات نہیں۔بلکہ یہ بھی ہے کہ جب اعتماد ہی کرنا ہے تو کیوں نا۔۔۔۔ہم آج کے پندرہویں صدی کے محقق کی بجائے خیر القرون کے

محققین کی ریسرچ پر اعتماد کریں جیسے میں حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان بھی الحدیث میں ہی پڑھا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے دین میں کسی پر اعتماد اور تقلید کرنی ہو تو فبالاموات لابالاحیاء جو پہلے لوگ گذر چکے ہیں ان کی کرو (الحدیث شمارہ نمبر ۹ ص ۴۳) وقال الزبیر سندہ صحیح)

عامر! ۔۔۔ بات تو یہ بھی درست ہے اور عقل کو لگتی ہے۔

میاں چھوٹو! ۔۔۔ تو پھر آپ گواہ رہیں ۔کہ میں دین میں نئی ریسرچ کرنے کی بجائے پہلے لوگوں کی خصوصاً امامِ اعظم ابوحنیفہؒ جو خیر القرون کے ہیں کی ریسرچ پر اعتماد کرتا ہوں چلو زیادہ سے مجھے اہل حدیث بھائی یہی کہیں گے کہ تو روشن خیالی چھوڑ کر دقیانوسی طریقے کی طرف چلا گیا۔جیسا کہ امریکہ اور یورپ بھی مسلمانوں کو یہی طعنہ دیتے ہیں ۔۔۔کوئی بات نہیں ۔۔۔انہیں یورپ وامریکہ کی ادا پسند ۔۔۔ مجھے حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان پسند۔

عامر! ۔۔۔صرف آپ کو نہیں بلکہ مجھے بھی پسند۔

عظیم خوشخبری !

قافلہ حق اپنے عظیم سرپرست امین العلماء قطب العصر حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب قدس سرہ کے ایمان افروز حالات، مجاہدانہ زندگی، متوکلانہ زیست، بلند پایہ اخلاق وعادات، بے مثل طہارت اور پاکیزہ زندگی کے نقوش کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے کیلئے۔ خصوصی اشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔حضرتؒ کے جملہ متعلقین اور اہل قلم علماء ومشائخ سے گذارش ہے کہ اپنے اپنے تاثرات حضرتؒ کے حالات کو واضح کرنے کیلئے اپنے اپنے مضامین ارسال فرمائیں۔ رابطہ مولانا محمد اللہ دتہ بہاولپوریؔ

ایک یقینی دشنام طراز کے جواب میں!

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالغفار ذھبی مدظلہ (سابق غیر مقلد)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ وفقھاء امّتہٖ واتباعہٖ اجمعین امابعد۔:

محترم قارئین کرام! جب سے برصغیر میں بتعاون انگریز سرکار اس فرقہ نومود غیر مقلدین نے جنم لیا اس دن سے انبیاء علیھم السلام اور صحابہ کرامؓ کی عصمت بھی محفوظ نہیں اور نہ ہی تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور نہ ہی ائمہ فقھاءؒ ومحدثین السلفؒ خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب امام ابویوسف القاضیؒ وامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وامام حسن بن زیادؒ وغیرہم کی شان وعظمت محفوظ ہے اور اسی طرح اولیاء، فقھاء، محدثین برصغیر بھی ان کی نشتر زنی سے محفوظ نہیں ہیں۔ آئے دن ان پر کفر، شرک، بدعت وضلالت کے فتوے صادر کیئے جاتے ہیں اپنے شیطانی خیالات کو تحقیق کا نام دے کر ان حضرات کو کذاب قرار دیا جاتا ہے فقھاءؒ ومحدثینؒ اہل السنۃ والجماعۃ الحنفیہ پر کفر، شرک اور بدعت وکذب کے فتوؤں کا توپ خانہ چلایا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ یاد رہے جب سے ہم نے انکا تحقیقی انداز میں تعاقب کیا ہے اور عوام کے سامنے آلِ وکٹوریہ کی حقیقت منکشف ہونا شروع ہوئی تو ان کا اضطراب روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انگریز سرکار کی پیداوار اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے اور اپنے اکابر کے اکاذیب سے برات ورجوع کا اظہار کرتے لیکن اس کے برعکس بدزبانی، بدتمیزی، تبرابازی اور دشنام طرازی اور دوسروں پر جھوٹ والزام لگانے کے لئے مزید جھوٹوں کا سہارا لینا شروع کردیا ہے اور جب سے ہم نے

آلِ وکٹوریہ کے ذھبئِ زماں جناب زبیر علی زئی غیر مقلد کے اکاذیب کو مدلل بیان کیا ہے تو علی زئی کذاب ودجال نے پسِ پردہ رہ کر جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو امام بخاریؒ کے مقام پر گمان کرتا ہے اور بعض الناس کی اصطلاح استعمال کرتا ہے ؎ چہ پدی چہ پدی کا شوربہ۔ میں کہتا ہوں خود یہ زندہ ہے مر نہیں گیا تو اپنے نام سے جواب دے۔ رہا اس کا خودساختہ محقق ندیم ظہیر تو یہ بھی دانستہ معینِ کاذب کی وجہ سے کذاب ہے ہم انشاءاللہ علی زئی کذاب، ندیم ظہیر کذاب کی شیطانی تحقیقاتِ فاسدہ اور بکواسات کا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں اور ان کو توبہ ورجوع کرائیں گے (انشاءاللہ)

عبارت نمبر ١.... جناب علی زئی غیر مقلد حقیقۃً وندیم ظہیر مجازۃً لکھتے ہیں اور چند مثالیں بخاری شریف کے حوالے سے ذکر کی ہیں دیکھیئے۔

(الحدیث نمبر ٤٠ ص ٦٠، ٦١) معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ پہلے ایک روایت اصالۃً ہو پھر دوسری متابعۃً ہو بلکہ متابعت والی روایت پہلے بعد یا دوسری کتاب میں ہوسکتی ہے (بلفظہ)

جواب اول.... امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ م ٢٥٦ھ کا اپنی کتاب میں کیا اسلوب وکیا مذہب وفعل اور قاعدہ ہے۔ مثلاً امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ج ٢ ص ٨٢٨ ط کراتشی وص ٤٧٤ رقم ٥٥٠٧ ط الریاض پر من طریق اسامۃ بن حفص المدنی حدیث تخریج فرمائی اور امام ابوخالد الاحمر الکوفیؒ کو (تابعہ ابوخالدؒ) متابع قرار دیا ہے اور پھر بخاری ج ٢ ص ١١٠٠ ط کراتشی وص ٦١٦ رقم ٧٣٩٨ ط الریاض پر من

طریق ابوخالد الاحمر الکوفیؒ حدیث تخریج فرمائی اور امام اسامہ بن حفص المدنیؒ کو(تابعہ...اسامۃ بن حفص)متابع قرار دیا ہے۔اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب وفعل ضابطہ وقاعدہ یہ ہے کہ جوراوی وروایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جوراوی وروایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے۔جبکہ علی زئی کذاب نے یوں تصریح کی ہے کہ..صحیح بخاری میں راویوں کی دوطرح کی روایات ہیں ۔ا.....اصول میں ۔۲.....شواھد ومتابعات میں۔ دیکھیئے (نورالعینین للعلی زئی ص۱۸۲ط ۲۰۰۲ء وص۱۷۶،۱۷۷ط ۲۰۰۴ء) میں پوچھتا ہوں کہ کیا علی زئی غیر مقلدکو امام بخاری حیاتی ،سماعی ،تقلیدی نے پی ٹی سی ایل پرفون کیا ہے یا موبائل نمبر پر رابطہ کیا ہے کہ جناب علی زئی صاحب میری کتاب میں دوطرح کی روایات ہیں ۔نمبر ا...اصول میں ۔نمبر۲...شواھد ومتابعات میں۔یا پھر اجازت نامہ عنایت فرمایا ہے کہ تو اپنی مرضی سے جس راوی وروایت کو اصالۃً یا متابعۃً قرارؔ دے لینا فلھٰذا سندِ صحیح کے ساتھ یہی ضابطہ وقاعدہ امام بخاری سے پیش کرو۔ورنہ یہ امام بخاریؒ اوران کی کتاب پر سیاہ ترین جھوٹ ہے۔ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

جواب ثانی....سچ ہے کہ...جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔علی زئی کذاب ،دجال مسند ابن الجعدوغیرہ کی عشرین رکعۃً بیس رکعات تراویح والی حدیث کو جوسنداً صحیح علیٰ شرط البخاری تھی اپنی خواہشات اورمرزائی الھام اور نصرتِ مسلکی کی وجہ سے ضعیف قرار دینے کی نا کام کوشش کی ہے اور لکھا کہ علی بن الجعد اور صحیح بخاری۔میرے علم کے مطابق اس کی صحیح بخاری میں فقط چودہ (۱۴)احادیث ہیں پھر چودہ روایات کی

فہرست لکھی اور مزید تصریح کی ہے کہ مختصر یہ صحیح بخاری میں علی بن الجعد کی تمام روایات متابعات میں ہیں دیکھیئے (امین اکاڑوی کا تعاقب ص ۶۶، ۶۷۔ ونور المصابیح بحوالہ الحدیث نمبر ۵ ص ۴۲)

پھر علی بن الجعدؒ کی چودہ (۱۴) روایات کی تفصیل بحوالہ صفحات بخاری نقل کی ہے اور وہ تحقیق درج ذیل ہے۔

۱...ج ا ص ۱۳ ح ۵۳...تابعہ، غندر عندہ یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک غندر نے اس کی (یعنی علی بن الجعد کی) متابعت کی ہے۔

۲...ج ا ص ۲۱ ح ۱۰۶...تابعہ، غندر عند مسلم ج ا ص ۱۹۷۔ یعنی امام مسلمؒ کے نزدیک غندر نے اس کی (یعنی علی بن الجعد کی) متابعت کی ہے۔

۳...ج ا ص ۱۵۷ ح ۱۱۷۹...تابعہ، آدم عندہ۔ یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک آدمؒ نے اس کی (یعنی علی بن الجعد کی) متابعت کی ہے۔

۴...ج ا ص ۱۸۷ ح ۱۳۹۳...تابعہ، آدم عندہ وھذا فی المتابعات۔ یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک آدمؒ نے اس کی (یعنی علی بن الجعد کی) متابعت کی ہے۔ اور علی زئی کذاب نے یہ تصریح کی ہے کہ اور یہ متابعات میں ہیں۔

اور علی زئی غیر مقلد نے یہی طرز و انداز باقی دس (۱۰) روایات میں اختیار کیا ہے کہ تابعہ فلاں عندہ یا عند فلاں دیکھیئے (تعاقب امین اکاڑوی للعلی زئی ص ۶۶) جس سے بالیقین یہ ثابت ہوا کہ امام علی بن الجعدؒ اصالۃً ہے اور باقی رواۃ متابعۃً ہیں میں آلِ وکٹوریہ کے ذھبیٔ زماں محققِ دوراں سے پوچھتا ہوں کہ تابعہ کا فاعل کون ہے اور (ہ) ضمیر منصوب متصل کا مرجع کون ہے؟ اور جب آپ نے یہ تحقیق لکھی تو اس وقت آپ

کی عقل کہاں تھی مجھے جاہل وعلم حدیث کی ابجد سے نابلد کہنے والے جناب ندیم ظہیر صاحب ذرا اپنے گریبان میں جھانک لیں کہ جناب زبیر علی زئی جو علم صرف ونحو کی ابجد اور علم حدیث کی ابجد اور امام بخاریؒ کے اسلوبِ تخریج سے جاہل ہے آپ بوجہ معاونِ جاہل کذاب وجاہل ہیں الٹا ڈھٹائی سے لکھتے ہیں کہ ان چودہ روایات بتصریح علی زئی کذاب اصالۃً ہیں اور یہ علی زئی وندیم ظہیر کے ایک صفحہ پر چودہ جھوٹ ہیں (معاذ اللہ)

(خلاصہ)..... جب امام بخاریؒ نے علی بن الجعدؒ کی روایات کو متابعۃً کہہ کر مقید وفیکس نہیں کیا تو تمہیں شیطان نے الھام کیا ہے یا پھر بغضِ اہل السنۃ والجماعۃ الحنفیہ نے اس پر ابھارا ہے کہ اپنی مرضی سے علی بن الجعد کی تمام روایات کو متابعات قرار د لینا جب کہ تحقیقی لحاظ سے امام بخاریؒ کے نزدیک جو راوی وروایت متابعۃً ہے وہ اصالۃً بھی ہے اور جو اصالۃً ہے وہ متابعۃً بھی ہے۔

لطیفہ..... آلِ وکٹوریہ کے خود ساختہ ذھبیٔ زماں علی زئی کذاب، دجال نے تعاقبِ امین اکاڑوی ص ۱۸ اپر۔۔ الالعنۃ اللہ علی الکلذ بین لکھ رکھا ہے حالانکہ یہ الفاظ قرآنِ مجید میں نہیں ہیں لیکن الحمدللہ ہم نے... قافلہ حق نمبر (اشاعتِ خاص ایڈیشن) ص ٦٦ پر تصحیح کردی ہے۔ وللہ الحمد (جاری ہے)

ملفوظاتِ اوکاڑویؒ

(از...مولانا محمد اللہ دتہ بہاولپوری)

۲۱....ارشاد فرمایا کہ فقہ حنفی کی اساس کے بارے میں تم یہ شعر لکھ لو کام آئے گا۔

فقہ حنفی کی چار اساس　　　　قرآن وسنت واجماع وقیاس

۲۲....(جام پور ضلع راجن پور جلسہ عام میں دوران خطاب) ارشاد فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن (۵۵) حج کئے۔ ظاہر ہے وہ جب حج کیلئے جاتے ہوں گے تو مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس پر حاضری کیلئے جاتے ہوں گے۔ تو نماز تو پڑھتے ہی ہوں گے۔ اگر امام اعظمؒ کی نماز غلط (خلاف سنت) ہوتی تو اعتراض کا حق مکے اور مدینے والوں کو تھا یا جام پور والوں کو؟ معلوم ہوا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نماز خلاف سنت نہیں بلکہ سنت کے عین مطابق ہے اور کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

۲۳....حضرت اکاڑویؒ اکثر غیر مقلدین کا تعارف ان اشعار کے ساتھ کرایا کرتے تھے کہ....

اہل حدیث کا ایک نشان　　　　نبی پاکؐ پہ جھوٹ بہتان

اہل حدیث کی ایک پہچان　　　　رسولؐ خدا کے نافرمان

اہل حدیث کی ایک ہی عادت　　　　سنتِ رسولؐ سے کھلی بغاوت

۲۴....ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین اتنے خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جتنے ٹیپ ریکارڈ سے ڈرتے ہیں تو اس لئے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو ٹیپ ریکارڈ لگا لیا کریں تاکہ غیر مقلدین ٹیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ مکرنی کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔

۲۵....غیر مقلدین نے جب بہشتی گوہر پر مختلف اعتراضات کئے تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا بہشتی گوہر کا مسئلہ نہ کسی آیت کے خلاف ہے نہ کسی حدیث کے خلاف، نہ ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی کے خلاف مگر فقہ سے دلی بغض ان (غیر مقلدین) کو ایسے بیہودہ اعتراضات پر مجبور کرتا ہے۔

۲۶....حضرت اکاڑویؒ باوجود اس کے کہ آپؒ نے درسگاہ میں پڑھا مگر بسا اوقات ان

کتابوں کے مسائل بلا تکلف اور برموقع ومحل ایسا بیان فرماتے کہ اچھے خاصے ذی علم بھی انگشت بہ دنداں رہ جاتے اور آپؒ کے فضل وکمال کا اعتراف کیئے بغیر نہ رہ سکتے۔ آپؒ خود فرماتے تھے کہ یہ بھی اکابر بزرگوں، اہل اللہ خصوصاً حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور درحقیقت یہ انہی کا فیض ہے۔

۲۷....ارشاد فرمایا اہل سنت حضرات کو ان (غیر مقلدین) کے وساوس سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے اور سورت الناس پڑھ کر ان پر دم کر دینا چاہیے کہ یا اللہ ان کے وسوسے ان ہی کے پاس رہیں ہمیں ان کے وسوسوں سے محفوظ رکھنا۔

۲۸....اگر کوئی غیر مقلد سینے پر ہاتھ باندھنے کا سنت ہونا کسی خلیفہ راشدؓ سے ثابت کر دے تو ہم اسے بھی سنت مان لیں گے۔

۲۹....ہم کہتے ہیں کہ اگر نفسِ آمین کی طرح آمین بلند آواز سے کہنا بھی سنت مئوکدہ ہے تو آپؐ کا کوئی حکم دکھایا جائے کہ آپؐ نے حکم دیا ہو کہ تم نماز کی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہا کرو اور یہ بھی دکھایا جائے کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ ان چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ ثواب ملے گا اور نہ کہنے پر تم اس سے محروم ہو گے لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک غیر مقلد مجتہد شرمائے اور منہ چھپائے بیٹھے ہیں کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور اس پر ترغیب اور مزید ثواب کا کوئی وعدہ دیکھا سکے۔

۳۰....آج کل بعض لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ تو اندھی تقلید ہے۔۔۔افسوس ان بے چاروں کو اندھی تقلید کا معنٰی بھی نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے تو دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے یہ اندھی تقلید ہے۔ اور اگر اندھا آنکھ والے کے پیچھے چلے تو آنکھوں والا اس اندھے کو بھی اپنی آنکھ کی برکت سے ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ آئمہ مجتہدین (معاذ اللہ) اندھے نہیں عارف وبصیر ہیں البتہ اندھی تقلید ان کے ہاں ہے کہ خود بھی اندھے ہیں اور انکے پیشوا بھی اجتہاد کی آنکھ نہیں رکھتے۔ اس لئے اندھے ہیں۔ (جاری ہے)

جماعت المسلمین کے عقائد و نظریات کا علمی و تحقیقی جائزہ

(مولانا محمد رضوان عزیز) قسط نمبر۲

اسی طرح کی فرسودہ مسوح اور حیا باختگی نے ان کے ہر فرد کو ریت کے ذرات کی طرح علیحدہ کر رکھا ہے اور ان کا مشن اصلی کے امت میں نظریہ امت واحدہ ختم ہو جائے وہ ان کے ہر فرد کا نصب العین ہے ان عقل و خرد سے محروم اور علم و فراست سے تہی دست حضرات غیر مقلدین بنام جماعت المسلمین نے اصول و فروع میں امت مسلمہ سے ایسے ایسے اختلاف کیے ہیں کہ اب اصولی طور پر تو انہیں امت مسلمہ کا حصہ سمجھنا ہی مشکوک ہے جن کی مقصد زندگی ہی بنائے اسلام کی تخریب ہو اور یہودیت و عسائیت کے ایجنڈے کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہیں وہ کہاں اسلام کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں ان کے بہت سے عقائد ایسے ہیں جو امت مسلمہ کے کسی بھی مذھبی فرقے سے میل نہیں کھاتے مذاہب اربعہ کو یہ خلاف اسلام بتاتے ہیں جن کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے مجدد ملت فرماتے ہیں کہ اب مذاہب اربعہ ہی سواد اعظم ہے اور مذاھب اربعہ سے نکلنا گویا سواد اعظم سے نکلنا ہے (عقد الجید مترجم ص 62)

لیکن جماعت المسلمین والوں کے نزدیک یہ سب اسلام کے بالمقابل دوسرے گمراہ لوگ ہیں بانی فرقہ مسعود احمد نے اپنی کتاب؛ جماعت المسلمین اپنی دعوت اور تحریک کے آئینہ میں؛ کے ص 114 پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کو دین اسلام کے مقابل کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ان مذاہبِ حقہ کو اسلام کی ضد ظاہر کیا ہے اس نے جن بے شمار مسائل میں اہل السنۃ والجماعۃ سے اختلاف کیا ہے ان میں سب سے اہم مسئلہ جس کو بنیاد بنا کر یہ کار پردازان ابلیس علماء امت کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں اور انہیں حرام خور ثابت کرنے کے لئے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں بے تحاشا تحریف کرتے ہیں وہ مسئلہ جواز تنخواہ کا ہے کہ آیا نیک کام پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ انہوں نے اتنا معرکۃ الآراء بنا دیا ہے کہ بعض

سیدھے سادھے مسلمان بھی ان کے دام ہمرنگ زمین کا شکار ہو جاتے ہیں اور مسجد سے تعلق ختم کر لیتے ہیں کہ یہ امام تنخواہ لیتا ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ یہ ہی ان کا وہ کارگر ہتھیار ہے جس سے یہ لوگوں کو شکار کرتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت پر بالتفصیل کلام ہوگا اور اس کے بعد انشاءاللہ دوسرے جتنے اختلافی موضوعات ہیں ان سب پر ان کا مدلل تعاقب ہوگا۔ (انشاءاللہ العزیز)

سب سے پہلے نفسِ مسئلہ کا تعارف ہو جائے کہ آخر اس مسئلہ کو اتنی اہمیت ان لوگوں نے کیوں دی۔ تو معزز قارئین اصل بات یہ ہے کہ ان کے اماموں کو تو تنخواہ کی ضرورت ہے نہ مقتدیوں کو تنخواہ دینے کی کیونکہ پورے ملک میں جن کی مساجد اور ان مساجد کے امام اور مقتدی انگلیوں پر گنے جا سکتے ہوں جن کا مذہبی اور سیاسی بیس پر کوئی مقام نہ ہو انہیں تنخواہ کی ضرورت ہی کیا ہے شر پھیلانے کے لئے اور ذہنوں کو خراب کرنے کیلئے ہمہ جہت مصروفیت کی ضرورت نہیں ہوتی بس ایک ہوائی اڑائی اور اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو گئے یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو رب کا قرآن عربی میں پڑھنا ہے نہ پیغمبر کی احادیث مبارکہ بس ترجموں پر کام چلاتے ہیں مزے کی بات یہ ہے جب بندہ کا دریاخان میں ان سے مناظرہ ہوا تنخواہ ہی کے موضوع پر تو راقم نے پہلے شرط لگا دی کہ قرآن پاک سے میں اپنی دلیل خود پڑھوں گا اور جماعت المسلمین کا متکلم اپنی دلیل خود پڑھے گا تو اس نے مجھے کہا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 41 میں تنخواہ کو حرام لکھا ہے میں نے کہا ذرہ وہ آیت قرآن پاک میں سے پڑھو کہاں تنخواہ کا لفظ ہے وہ مجھ سے کہنے لگا' مولوی صاحب! سورۃ ہے کیڑے پاسے یعنی سورۃ بقرہ قرآن پاک کے کس طرف ہے شروع میں یا آخر میں۔ جس جاہل کو اتنا بھی پتہ نہ ہو کہ سورہ بقرہ قرآن پاک میں کس مقام پر ہے وہ جماعت المسلمین کا مجتہد ہے اور ایسے لوگ ان کے مذہبی سکالر ہیں جن کے ہاتھوں ان ظالموں نے اپنا ایمان بیچ دیا ہے۔ (جاری ہے)

وفیات   آہ دین متین کے وارث

مولانا حبیب اللہ ڈیروی ؒ

شوال المکرّم 1428ھ کا سب سے بڑا تعلیمی اور علمی حادثہ ترجمان احناف' وکیل اہل السنۃ' مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کی المناک رحلت ہے۔ راقم الحروف کو مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم نے اس سانحہ فاجعہ کی اطلاع دی تو چند لمحوں کیلئے یقین نہ آیا کہ پاکستان میں حدیث وفقہ' رجال وتاریخ اور مناظرہ وکلام کی بے مثال شخصیت / خوش مزاج وخوش رو' بے تکلف و بے نفس' فقہ حنفی کے مایہ نماز ترجمان' نکتہ رس ونکتہ آفریں' مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب ہم سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب دورِ حاضر کی ان چند ممتاز ویگانہ شخصیات میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا تعاقب نہایت جوانمردی اور استقامت سے کیا اور بحث ومناظرہ کے میدان میں ان کو ہمیشہ شکست فاش دی۔ آپ ؒ نے لامذہب اور بدعت کے فتنوں خصوصاً آئے دن کم علم عوام الناس کو حدیث کے بہترین عنوان کی اوٹ میں فقہ سے بدظن اور اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے ٹولہ غیر مقلدیت کا بھرپور تحریراً وتقریراً تعاقب کیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے ساتھ ساتھ وسعت

نظر اور استحضار علم کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو تبلیغ و تفہیم اور تعلیم و تدریس کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل علمی مضمون کو آپ ایسے سہل انداز میں بیان فرماتے کہ عوام و خواص سب ہی جھوم جاتے فن رجال پر آپ کی بہت گہری نظر تھی اور بلا مبالغہ ہزاروں رواۃ حدیث کے اسماء و کنیٰ اور حالات و واقعات آپؒ کو ازبر ہوتے تھے۔ اس فن کی بناء پر غیر مقلدین حضرات کو مولانا کے مدمقابل اس وقت بڑی ذلت اٹھانا پڑتی جب وہ احناف کے استدلال کو کمزور و ضعیف کرنے کیلئے کسی راوی کا مجروح ہونا ثابت کرتے تو مولانا اس راوی کی ان گنت ایسی روایات ان کے سامنے بیان فرما دیتے جن کو وہ نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ لینے اور دینے کا یہ دہرا معیار حدیث تو کیا قرآن کے بھی خلاف ہے۔
حضرت ڈیرویؒ صاحب عصر حاضر میں بلا ریب اسلاف کے اخلاص و ایثار اور تقویٰ وللھیت کا نمونہ تھے۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

اعلان

ادارہ ''قافلہ حق'' اپنے عظیم محقق و مناظر فاتح غیر مقلدیت حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیرویؒ کے ایمان افروز حالات/ دینی خدمات/ تصنیفی جواہر پارے/ فاتحانہ زندگی/ مناظرانہ مزاج کو آنے والی نسل نو تک پہنچانے کیلئے ایک اشاعت خاص کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ حضرتؒ کے تمام متعلقین و معتقدین اور اہل قلم علماء و مشائخ سے درخواست ہے کہ اپنے تاثرات، ومضامین اس پتہ پر ارسال فرمائیں۔

رابطہ: محمد اللہ دتہ بہاولپوری مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

Cell: 0307-8156847

حضرت مولانا گل محمد صاحب کا انتقال پرملال!

(مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ)

گزشتہ مہینوں میں تین عظیم حادثات پیش آئے ان میں سے پہلا حادثہ قطب العصر سیدی ومولائی حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحبؒ کی رحلت کا تھا۔ دوسرا مناظر اسلام، محقق اہل سنت، فاتح غیر مقلدیت حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ کا سانحہ ارتحال۔ تیسرا عظیم صدمہ جو پیش آیا وہ گم نام مگر عظیم ولی سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم انسان استادالعلماء حضرت مولانا گل محمد صاحب قدس سرہ (ضلع لیہ) کا انتقال پرملال ہے۔ بندہ کیلئے کم ازکم حضرتؒ کا انتقال کسی بڑے سے بڑے حادثہ سے کم نہیں۔ بندہ نے ان سے زیادہ کثیرالذکر انسان زندگی میں نہیں دیکھا۔ اپنے حالات کو پردہ اخفاء میں ڈالا ہوا تھا۔ بندہ نے آج سے تقریباً تین سال قبل خواب میں دیکھا کہ آپ قطب کے مرتبہ کو پانے والے ہیں بندہ نے اس مبشرہ عظیمہ کو فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار صاحب قدس سرہ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کچھ بعید نہیں اس لیے کہ اکابر کے حالات میں پڑھا تھا کہ روزانہ اسم ذات، اللہ، اللہ ایک لاکھ دفعہ کرنے والے گزرے ہیں موجودہ زمانہ میں یہ شخص اتنا کثیرالذکر دیکھا ہے بعد میں آپ کے فرزندار جمند مولانا بدر عالم نے بتایا کہ ایک دفعہ بندہ ساتھ تھا کہا آپ نے مفتی عبدالستار صاحبؒ کو بتایا کہ پہلے تین لاکھ دفعہ اسم ذات روزانہ کا معمول تھا اب ضعف کی وجہ سے ایک لاکھ کر دیا ہے تین لاکھ کیلیے کم ازکم ۳۶ گھنٹے درکار ہیں یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مدرسہ کے اسباق اور دیگر ذمہ داریوں کیساتھ اتنا ذکر کر لیتے تھے۔ بندہ کے ذہن میں سوال تھا کہ مفتی عبدالستار صاحبؒ کے بعد روحانی مقام کس کا ہے تو دیکھا کہ جامعہ خیرالمدارس میں جماعت تیار ہے اور ذہن میں یہ ہے کہ اب مقام کے اعتبار سے بلند ہے اس نے امامت کروانی ہے۔ تو حضرت والا آگے بڑھے اور امامت کروائی۔ اس سے آپ کا مقام واضح ہوگیا..... تفصیلی مضمون پھر ان شاء اللہ کبھی آئے گا۔ اللہ آپ کے مقامات کو مزید بلند سے بلندتر فرمائے، ہمیں حضرت کے فیوضات وبرکات سے محروم نہ فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم۔

۱۳ دسمبر (۲۰۰۷ء) کو مولانا عبدالمالک صاحب کے والد ...اور مولانا عبدالولی صاحب (رہنما اتحاد اہل السنۃ والجماعت کے سسر قاری محمد یوسف صاحبؒ (صدر مدرس جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ) انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قافلہ باطل سے قافلہ حق کی طرف

(ابن خان محمد)

اس عنوان کے تحت ان خوش قسمت حضرات کے انٹرویو کا اہتمام کیا جائیگا جن حضرات نے عصر حاضر میں قافلہ کفر کو چھوڑ کر قافلہ اسلام یا قافلہ بدعت کو چھوڑ کر قافلہ سنت کو اختیار کیا۔(ادارہ)

قارئین! الحمدللہ اس عنوان کے حوالے جیسا کہ وقتاً فوقتاً ہم آپ کے سامنے ایسے حضرات کو لاتے رہتے ہیں جو غیر مقلدیت سے توبہ کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو قبول کرتے ہیں۔حسبِ سابق اس مرتبہ بھی ایک ایسے صاحب کا انٹرویو اور پیغام شائع کیا جارہا ہے جو تقریباً عرصہ ڈیڑھ سال تک غیر مقلد رہے اور غیر مقلدین کے بڑے بڑے مدارس میں بطور استاذ و مدرس رہے اور آخر میں وہ مرکز غرباء اہلحدیث لاہور (جامع مسجد امیر معاویہ لاہور) میں بطور امام اور مدرس تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے پاس پڑھنے والے خوش قسمت طلبہ عظام کو سنی، حنفی، دیوبندی، حیاتی ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔آیئے! اب سنیے ان کی کہانی ان کی اپنی زبانی......

میرا نام عظمت اللہ خان...بن..اللہ داد ہے میرا تعلق تحصیل بٹ گرام اور ضلع مانسہرہ ہے اور میں نے حفظِ قرآن جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور سے کیا جبکہ تجوید دارالعلوم دینیہ ۱۲۹ ملتان روڈ لاہور سے کی۔بعدازاں کراچی میں جامعہ انصاریہ للقرآن والسنۃ (جو کہ اہلحدیثوں کا بہت بڑا مدرسہ ہے) میں پڑھاتا رہا کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد میری والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے میں اپنے گاؤں آ گیا اور پھر میں کراچی کی بجائے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔آنے سے پہلے میں نے دوستوں سے کہا ہوا تھا کہ

مجھے جگہ کی تلاش ہے تو میرے لاہور پہنچنے کے بعد مجھے ایک دوست نے مرکز غرباء اہلحدیث جامع مسجد امیر معاویہ بتی چوک میں جگہ دلوائی اور وہاں مجھے درجہ حفظ وناظرہ کی ذمہ داری دی گئی اس کے ساتھ ساتھ چند ماہ میں نے اس مرکز میں فرائضِ امامت بھی سرانجام دیئے۔ (ان کا امام بھی رہا) اسی دوران جب میں نے ان کے عقائد و اعمال دیکھے کہ نوافل تو اپنی جگہ سنن کا بھی اہتمام نہیں پھر ان کی نشست و برخواست، معاملات ومعاشرت وغیرہ دیکھے تو خاصہ پریشان ہوا اور دوست واحباب سے مشورے لیتا رہا اکثر کا مشورہ یہی تھا کہ قاری صاحب...اصلاح کی فکر کرو...اور جلد از جلد سنی، حنفی دیوبندی بن جاؤ.... تو اس وجہ سے میں نے اس مسلک کو خیر باد کہا اور اس وجہ سے بھی میں نے ان میں رہ کر دیکھا، پڑھا اور سنا کہ یہ مسلک قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے اور ان کے عقائد ونظریات بالکل غلط اور باطل ہیں اور روافض کی طرح صحابہ کرام اور قرآنِ مقدس کے گستاخ ونافرمان ہیں۔ خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے میری ملاقات وکیل احناف، آیۃ الخیر، مناظرِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم سے کروا دی اور میں نے حضرت مدظلہ کا چہرہ دیکھتے ہی کہا کہ یہ حق والے کا ہی چہرہ ہوسکتا ہے اور آپ سے ملاقات کر کے دل مطمئن ہوگیا اور یوں میں بتوفیق اللہ تعالیٰ قافلہ باطل سے قافلہ حق کی طرف آ گیا۔ آخر میں میرا برادران اہل السنۃ والجماعۃ خصوصاً ان سادہ لوح بھائیوں کو جو اہل سنت ہو کر اہل بدعت کے ہاں صرف عارضی نفع کیلئے پڑھتے یا پڑھاتے ہیں کہ یہ دنیا عارضی ہے اصل اور ابدی زندگی آخرت کی ہے جو اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ عقائد حقہ سے ہی سنورے گی تو اس لئے اس مسلکِ حق مسلک علماء دیوبند سے فوراً وابستہ ہو جائیں کہیں یہ نہ ہو کہ اس نعمت

عظمیٰ سے محروم ہو جائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے گمراہی سے بچائے اور تا دم زیست اس قافلہ حق یعنی علماء دیو بند احناف کیساتھ منسلک رکھے اور انہیں کے ساتھ ہی میرا حشر فرمائے۔(آمین)